1

ہفت روزہ



# خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۵؍ذی الحجہ سنہ ۱۳۷۷ھ

۴؍جولائی سنہ ۱۹۵۸ء

قیمت ۵

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

# اَحَادِیثُ الرسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

## کافر و مومن میں فرق

عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَتْ مَلٰئِکَۃٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ نَائِمٌ فَقَالُوْا اِنَّ لِصَاحِبِکُمْ ھٰذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوْا لَہٗ مَثَلًا قَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّہٗ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّ الْعَیْنَ نَائِمَۃٌ وَالْقَلْبُ یَقْظَانُ فَقَالُوْا مَثَلُہٗ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی دَارًا وَجَعَلَ فِیْھَا مَادُبَۃً وَبَعَثَ دَاعِیًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِیَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَکَلَ مِنَ الْمَادُبَۃِ وَمَنْ لَّمْ یُجِبِ الدَّاعِیَ لَمْ یَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ یَاْکُلْ مِنَ الْمَادُبَۃِ فَقَالُوْا اَوِّلُوْھَا لَہٗ یَفْقَھْھَا قَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّہٗ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّ الْعَیْنَ نَائِمَۃٌ وَالْقَلْبُ یَقْظَانُ فَقَالُوا الدَّارُ الْجَنَّۃُ وَالدَّاعِیْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصٰی مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَیْنَ النَّاسِ رواہ البخاری

ترجمہ۔ جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ فرشتوں کی ایک جماعت نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جبکہ آپ سو رہے تھے (اور آپس میں باتیں کرنے لگی۔ چنانچہ ان میں سے) بعض نے کہا کہ تمہارے اس دوست کے متعلق ایک مثال ہے۔ اس کو اس کے سامنے بیان کرو۔ دوسرے فرشتوں نے کہا۔ وہ تو سوتا ہے (بیان کرنے سے کیا فائدہ) ان میں سے بعض نے کہا۔ بیشک آنکھیں تو سو رہی ہیں لیکن دل جاگتا ہے۔ پھر اس نے کہا۔ اس شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے گھر بنایا اور (لوگوں کو کھانا کھلانے کے لئے) دسترخوان چُنا۔ اور پھر لوگوں کو بُلانے کے لئے آدمی کو بھیجا پس جس شخص نے اس بُلانے والے کی بات کو مان لیا وہ گھر میں داخل ہوگیا اور دسترخوان سے کھانا کھا لیا۔ اور جس نے نہ مانا وہ نہ تو گھر میں داخل ہُوا اور نہ دسترخوان سے کھانا کھایا۔ فرشتوں نے یہ مثال سُن کر کہا۔ اس کی تاویل بیان کرو۔ تاکہ یہ شخص اس کو سمجھ لے (یہ سن کر) بعض فرشتوں نے کہا وہ تو سوتا ہے (بیان کرنے سے کیا فائدہ) دوسروں نے کہا۔ بیشک آنکھیں سوتی ہیں اور قلب جاگتا ہے۔ پھر اُنہوں نے اس مثال کی تاویل بیان کی اور کہا گھر سے مراد تو جنّت ہے اور بُلانے والے سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس جس شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمدؐ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور محمدؐ فرق کرنے والے ہیں درمیان لوگوں کے (یعنی کون ان میں کافر ہے اور کون مومن اور یہ فرق آپؐ کی اطاعت و نافرمانی سے ہو جاتا ہے۔ (بخاری)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ ثَلٰثَۃُ رَھْطٍ اِلٰی اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِھَا کَاَنَّھُمْ تَقَالُّوْھَا فَقَالُوْا اَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَحَدُھُمْ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ النَّھَارَ اَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْھِمْ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ کَذَا وَکَذَا اَمَا وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَخْشٰکُمْ لِلّٰہِ وَاَتْقٰکُمْ لَہٗ لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال دریافت کریں۔ جب ان لوگوں کو آپؐ کی عبادت کا حال بتلایا گیا تو اُنہوں نے آپؐ کی عبادت کو کم خیال کرکے آپس میں کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ہم کیا چیز ہیں خدا نے تو ان کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ (یہ سُن کر ان میں سے) ایک نے کہا۔ مَیں اب ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کرونگا۔ دوسرے نے کہا اور مَیں دن کو ہمیشہ روزہ رکھا کرونگا۔ اور کبھی افطار نہ کرونگا۔ تیسرے نے کہا۔ مَیں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا۔ (آپس میں یہی باتیں ہو رہی تھیں) کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ اور ان سے فرمایا کیا تم نے ایسا ایسا کہا ہے۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ مَیں تم سے زیادہ خُدا سے ڈرتا ہوں۔ اور تم سے زیادہ تقویٰ کرتا ہوں۔ بایں ہمہ روزہ بھی رکھتا ہوں۔ اور افطار بھی کرتا ہوں۔ (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں۔ اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں (یہی میرا طریقہ ہے) پس جو شخص میرے طریقہ سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے (یعنی جس نے میرے طریقہ کو پسند نہیں کیا وہ میری جماعت سے خارج ہے (بخاری و مسلم)

(عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ کَمَثَلِ رَجُلٍ اَتٰی قَوْمًا فَقَالَ یَا قَوْمِ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَیْشَ بِعَیْنَیَّ وَاِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ فَالنَّجَاءَ النَّجَاءَ فَاَطَاعَہٗ طَائِفَۃٌ مِنْ قَوْمِہٖ فَاَدْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلٰی مَھَلِھِمْ فَنَجَوْا وَکَذَّبَتْ طَائِفَۃٌ مِنْھُمْ فَاَصْبَحُوْا مَکَانَھُمْ فَصَبَّحَھُمُ الْجَیْشُ فَاَھْلَکَھُمْ وَاجْتَاحَھُمْ فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِہٖ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِیْ وَکَذَّبَ مَا جِئْتُ بِہٖ مِنَ الْحَقِّ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

## اطاعت و نافرمانی کی ایک مثال

ابی موسیٰ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ میری اور اس چیز کی مثال جس کو عطا فرما کر خدا نے مجھ کو بھیجا ہے اُس شخص کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس آیا ہو اور اس سے کہا ہو کہ اے قوم مَیں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر کو دیکھا ہے اور مَیں ایک ننگا (بے غرض) ڈرانے والا ہوں۔ پس تم کو چاہئے کہ تم اپنی نجات ڈھونڈو (یہاں اپنی) نجات تلاش کرو۔ پس اس کی قوم کے ایک گروہ نے تو اس کی اطاعت کرلی۔ اور راتوں رات آہستہ آہستہ نکل گیا اور نجات پالی اور ایک جماعت نے اس کی بات نہ مانی۔ اور وہ اپنے گھروں ہی میں رہی۔ صبح کو لشکر نے آکر اُس کو پکڑ لیا اُس کو مار ڈالا اور اُس کی نسل کا خاتمہ کر دیا۔ پس یہی کیفیت ہے اُس شخص کی جس نے میری اطاعت قبول کی اور جو احکام میں لایا ہوں اُن کی پیروی کی اور یہی مثال ہے اُس کی جس نے میری نافرمانی کی اور ص

م جو حق بات مَیں لے کر آیا ہوں اُس کو نہ مانا (بخاری و مسلم)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۴ جمعۃ المبارک ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۴ جولائی ۱۹۵۸ء شمارہ ۸

# ہماری پولیس

پاکستان بنے ہوئے تقریباً گیارہ سال ہونے والے ہیں۔ ہم بظاہر آزاد ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک ہم ذہنی طور پر بدستور غلام ہیں۔ وہی انگریز کا بنایا ہوا قانون ابھی تک ہمارے ملک میں رائج ہے۔ ہمارا تمدن انگریزی، ہمارے دفاتر کی زبان انگریزی ہماری تعلیم کا ذریعہ انگریزی زبان۔ اگرچہ انگریز خود چلا گیا۔ لیکن ہم اسی روش پر چل رہے ہیں جس پر وہ ہمیں چلا گیا تھا۔ قصہ کوتاہ دورِ غلامی کی بے شمار یادگاریں ہمارے اندر موجود ہیں۔ ان میں سے ایک سرکاری ملازمین کی ذہنیت ہے۔

انگریز کے نوّے سالہ دورِ حکومت میں سرکاری ملازمین اپنے آپ کو شاہ لندن کا نمائندہ سمجھتے تھے۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ ان کو عوام سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ اگرچہ سرکاری لغت ان کو پبلک سرونٹ (عوام کا خادم) کہا جاتا تھا۔ لیکن وہ اپنے آپ کو آقا اور مخدوم سمجھتے تھے۔ پاکستان کے جمہوریہ اسلامیہ بننے کے بعد تو اقتدار کی باگ ڈور کلیتہً عوام کے ہاتھ میں چلی گئی ہے۔ وہ جس شخص یا پارٹی کو چاہیں اختیار سونپ دیں۔ اور جس سے چاہیں چھین لیں۔ گویا وہ حاکم گر ہیں۔ اس لئے وہی حقیقی حاکم ہیں۔ ان حالات میں سرکاری ملازمین کی عوام سے بدسلوکی محکوم کی حاکم سے بدسلوکی کے مترادف ہے۔

خیال تھا کہ شاید آزادی کے بعد سرکاری ملازمین کی یہ ذہنیت بدل جائیگی۔ لیکن ملک اور قوم کی بدقسمتی ہے کہ ابھی تک اس میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ اس میں چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہیں ایک محلہ میں اگر سرکاری محکمہ کا کوئی چپڑاسی اور دوسرے محلہ میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس رہتا ہے تو باقی محلہ والوں سے دونوں کے سلوک میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ اِلّا مَاشَاءَ اللہ۔ آج ہم پولیس کے رویّہ کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ پولیس کو امن بحال رکھنے کے لئے قانوناً وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ اس لئے وہ عوام پر ناجائز رعب جمانے میں دوسرے سرکاری ملازمین سے زیادہ ممتاز ہے۔ پولیس کا معمولی ملازم فرعون سے کم نہیں۔ خدا بلائے اور کوئی نہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن پولیس کا سپاہی بلائے اور کوئی نہ جائے تو اس کی سرِ بازار وہ گت بنتی ہے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔ روزانہ اس قسم کے واقعات شاہراہوں اور بازاروں میں دیکھنے میں آتے ہیں کہ پولیس والے جس کو چاہتے ہیں پکڑ کر مارنے لگتے ہیں۔

لاہور کا شاہی قلعہ ہمارے دورِ غلامی کی بدترین یادگار ہے۔ اس میں بازپرس کرنے کے لئے جو بیکس انسان پہنچا دیا گیا، اس کی مجال نہیں کہ وہ اقبالِ جرم نہ کرے۔ پولیس کی خفیہ مار دنیوی سزاؤں میں شاید بدترین سزا ہے۔ اس لئے بے گناہ بھی قید و بند کی سزا کو اس پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جلد ہی اقبالِ جرم کر لیتے ہیں۔ ہمارا برسرِاقتدار طبقہ انگریز کو اپنا مقتدا مانتا ہے۔ اور اس کی ہر ادا پر دل و جان سے فدا ہے۔ کیا انگریز کے ملک میں بھی پولیس عوام سے اسی طرح بدسلوکی کرتی ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر ہمارے ہاں ایسا کیوں ہوتا ہے؟

پولیس امن بحال رکھنے کی ذمہ دار ہے اس مقصد کے لئے اس کو وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ ہمیں افسوس سے یہ لکھنا پڑتا ہے۔ کہ وہ ان اختیارات کو امن بحال رکھنے کی بجائے امن پسند شہریوں کو، بے عزت کرنے میں استعمال کرتی ہے۔ امن دشمن عناصر سے تو پولیس خود ڈرتی ہے۔

پولیس کی ہرگز یہ ڈیوٹی نہیں کہ وہ مقدمہ کو کامیاب بنانے کے لیے جھوٹے سچے گواہ پیدا کرے۔ ان کی ڈیوٹی یہ ہے کہ مقدمہ کے اصل واقعات عدالت کے سامنے پیش کر دیں۔ اس کے بعد یہ عدالت کا کام ہے کہ وہ ملزم کو سزا دے یا بری کر دے۔ لیکن ہماری پولیس کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ اگر مقدمہ کامیاب نہ ہوا تو یہ اس کی توہین ہے۔ یہ ساری باتیں دورِ غلامی کی یادگار ہیں۔ ایک آزاد ملک کی پولیس کے ہرگز شایانِ شان نہیں۔

ہماری پولیس ہمارا گرانمایہ سرمایہ ہے۔ جس کی حفاظت ہمارا اولین فرض ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ کتاب و سنّت کی روشنی میں اس کی تربیت کی جائے۔

ہماری رائے میں سرگودہا پولیس ٹریننگ اسکول کے ساتھ ساتھ ایک تربیت گاہ بھی ان کے دلوں کو کتاب و سنّت کے نور سے منوّر کیا جائے۔ تاکہ اس کی روشنی میں وہ ملک میں امن قائم کرنے کے ہر ممکن کوشش کریں۔ دوسرے حکام کو بھی وقتاً فوقتاً اس تربیت گاہ میں بھیجا جائے۔ ملک کے مقتدر علماء اور صوفیاء اس تربیت گاہ میں اُستاد مقرر کئے جائیں۔ ہمیں امید ہے کہ تربیت حاصل کرنے کے بعد ہماری انتظامیہ اور عدلیہ ملک میں عدل و انصاف کی ان روایات کو جنم دینگی۔ جو ساری دُنیا کے لئے قابلِ تقلید نمونہ ہونگی۔

اللہ تعالےٰ ہماری حکومت کو کتاب و سنت کی روشنی میں پاکستان کو صحیح معنوں میں پاکستان بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

## حکومت کے خلاف مقدمات کی بھرمار

حکومت کے افسر خود قانون دان ہوتے ہیں وہ سالہا سال تک حکومت کی قانونی مشینری کو چلانے کی ذمہ داری اُٹھاتے ہیں۔ ابتدا میں وہ عدالت کی کرسی پر فائز رہ کر معمولی مقدمات میں فیصلہ جات صادر کرتے ہیں۔ بعد ازاں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سیشن جج بن کر اپیلوں اور سنگین مقدمات کی سماعت کرتے ہیں۔

وزراء کی اکثریت بھی قانون دان ہوتی

باقی صفحہ ۱۲ پر

# مُسلمان سے خطاب

(از جناب طالب سہالوی)

اُٹھ مسلماں تیرا دنیا کر رہی ہے انتظار
دینِ احمدؐ پر تُو اپنی جان کو کر دے نثار

تیری ہیبت سے لرز جاتے تھے باطل کے محل
تیری قوت دیکھ کر لرزاں تھا ہر اک شہسوار

کتنی درد انگیز ہے کشمیریوں کی داستاں
ہو رہے ہیں کفر کے ہاتھوں مظالم کا شکار

ملک کی خاطر ہوئے قرباں وہاں لاکھوں جواں
زندہ کر دی تھی جنہوں نے کربلا کی یادگار

کر کے حاصل جنّتِ کشمیر کو اے مسلماں
اپنے جوہر کو تُو کر دے برہمن پر آشکار

الجزائر میں بھی ہے ظلم و ستم اب تک روا
خوابِ غفلت سے تُو ہو بیدار اے غفلت شعار

اب سنبھل جا ورنہ مٹ جائیگا اے ناداں تُو
وقت یہ پھر یاد آئے گا تجھے غفلت شعار

جذبۂ ایماں ترا کیوں جوش میں آتا نہیں
کیا نہیں ہے آج تجھ کو اپنے دل پر اختیار

شرم کر اور دیکھ لے تُو سیرتِ اسلاف کو
کیا یہی کچھ ہے مسلماں تیری غیرت کا شعار

آہیں مظلوموں کی آخر رنگ لائیں گی ضرور
دیکھنا پھر آئے گی اُجڑے گلستاں میں بہار

ہاتھ میں شمشیر لے طالب تو میداں میں نکل
حامی و ناصر رہے گا پھر ترا پروردگار



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۸ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۷ جون ۱۹۵۸ء

# آج کے مضمون کے تین حصّے ہیں

**پہلا۔** انسان کے لئے یہ جہان امتحان گاہ ہے۔

**دوسرا۔** امتحان کا لازمی نتیجہ ہے۔ کوئی کامیاب اور کوئی فیل

**تیسرا۔** نتیجہ کا علم قبر میں داخل ہوتے ہی ہو جائیگا۔ اگر قبر بہشت کا باغ بنا دی گئی تو کامیاب ہوئے۔ اور اگر قبر دوزخ کا گڑھا بنا دی گئی تو ناکامیاب ہوئے۔

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

ان مذکورۃ الصدر تینوں حصّوں کو علیحدہ علیحدہ عرض کیا جاتے گا۔

## پہلا حصّہ

## انسان کے لئے یہ جہان امتحان گاہ ہے

### ثبوت اوّل

(تبٰرک الذی بیدہ الملک وھو علٰی کلّ شیءٍ قدیر ۝ الذی خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایّکم احسن عملاً وھو العزیز الغفور ۝

سورہ الملک رکوع ۱ پارہ ۲۹

**ترجمہ** ۔ وہ ذات با برکت ہے۔ جس کے ہاتھ میں سب حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ تاکہ تمہیں آزمائے۔ کہ تم میں کس کے کام اچھے ہیں۔ اور وہ غالب بخشنے والا ہے۔

### حاصل

یہ نکلا کہ دنیا میں موت و حیات کا سلسلہ انسان کے امتحان کے لئے چل رہا ہے۔ تاکہ ہر انسان کے متعلق یہ پتہ لگ سکے کہ کون شخص رضاء الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے اور کون سرکش ہوکر خود مختار بن جاتا ہے۔ اللھم لا تجعلنا منہ

### ثبوت دوم

(افحسبتم انما خلقنٰکم عبثاً وانکم الینا لا ترجعون ۝ سورہ المومنون رکوع ۶ پارہ ۱۸

ترجمہ۔ سو کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں نکمّا پیدا کیا ہے۔ اور یہ کہ تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آؤگے۔

### حاشیہ شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ صاحب

"یعنی دُنیا میں تو نیکی اور بدی کا اثر نہیں ملتا۔ اگر دوسرا دن نہ ہو بدلے کا۔ تو یہ سب کھیل تھا۔"

### حاصل

یہ نکلا کہ انسان نکما اور بیکار پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کے پیدا کئے جانے کے بعد دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ کون ان میں سے وفادار اور فرمانبردار رہا۔ اور کس نے بغاوت و سرکشی کی۔

### ثبوت سوم

(ام حسبتم ان تترکوا ولمّا یعلم اللہ الذین جٰھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃً واللہ خبیرٌ بما تعملون ۝)

سورہ التوبہ رکوع ۲ پارہ ۱۰)

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ چھوڑ دیئے جاؤگے۔ حالانکہ ابھی اللہ نے ایسے لوگوں کو جُدا ہی نہیں کیا۔ جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا۔ اور اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بنایا۔ اور اللہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔

### حاصل

یہ نکلا۔ کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالےٰ تم سے امتحان لئے بغیر تمہیں چھوڑ دے گا۔ اگرچہ اللہ تعالےٰ تو ہر شخص کو امتحان لینے سے پہلے بھی جانتا ہے کہ یہ شخص کس قسم کا ہے۔ ہاں امتحان کے بعد ہر شخص کو علم ہو جاتا ہے۔ کہ یہ شخص کھرا مسلمان ہے یا کھوٹا۔ کہ تکلیف آئی اور اسلام سے کنارہ کش ہو گئے۔

### ثبوت چہارم

(ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولمّا یأتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مسّتھم البأساء والضرّاء وزلزلوا حتّٰی یقول الرسول والذین اٰمنوا معہ متٰی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب ۝)

سورہ البقرہ رکوع ۲۶ پارہ ۲

ترجمہ۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنّت میں داخل ہو جاؤگے۔ حالانکہ تمہیں وہ (حالات) پیش نہیں آئے۔ جو ان لوگوں کو پیش آئے۔ جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ انہیں سختی اور تکلیف پہنچی۔ اور ہلا دیئے گئے۔ یہاں تک کہ رسولؐ اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ بول اٹھے۔ کہ اللہ کی مدد کب ہوگی۔ سنو۔ بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔"

### حاصل

یہ نکلا کہ جس طرح پہلے اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں سے امتحان لئے گئے تھے اسی طرح تمہیں بھی تکلیفوں میں مبتلا کرکے امتحان لیا جائے گا۔ تاکہ لوگوں پر یہ چیز واضح ہو جائے کہ کون کھرا مسلمان ہے اور کون کھوٹا ہے۔

### ثبوت پنجم

(احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا وھم لا یفتنون ۝ ولقد فتنّا الذین من قبلھم فلیعلمنّ اللہ الذین صدقوا ولیعلمنّ الکٰذبین ۝)

سورہ العنکبوت رکوع ۱ پارہ ۲۰

ترجمہ۔ کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔ اور جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ ہم نے انہیں بھی آزمایا تھا۔ سو اللہ انہیں ضرور معلوم کرے گا۔ جو سچے ہیں۔ اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔

## پانچوں کا خلاصہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن پانچ آزمائش کے واقعات کا ذکر آپ سُن چکے ہیں ان سب کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے جو اللہ تعالیٰ کے بندے تھے ان سے اللہ تعالیٰ نے امتحان لیا تھا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت سے بھی امتحان لے گا۔

### دُعا

پہلی چیز تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں امتحان سے مستثنیٰ فرما دے۔ اور اگر لینا ہی ہے تو پھر محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں امتحان میں استقامت عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

## دُوسرا حصّہ

## کوئی کامیاب اور کوئی فیل

### کامیاب ہونیوالے

### پہلا اعلان

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۝

سورہ الکہف رکوع ۱۲ پارہ ۱۶

ترجمہ۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے۔ اور اچھے کام کئے۔ ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغ ہونگے۔ ان میں ہمیشہ رہینگے۔ وہاں سے جگہ بدلنی نہ چاہیں گے۔

### دُوسرا اعلان

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۝ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۝

الخ سورہ الواقعہ رکوع ۱ پارہ ۲۷

ترجمہ۔ اور داہنے والے کیسے اچھے ہونگے۔ داہنے والے وہ بے کانٹے کی بیریوں میں ہونگے اور گتھے ہُوئے کیلوں۔ اور لمبے سایوں میں۔ اور پانی کی آبشاروں میں۔ اور با افراط میووں میں جو نہ کبھی منقطع ہونگے اور نہ ان میں روک ٹوک ہوگی۔ اور اُونچے فرشوں میں۔ الخ

### تیسرا اعلان

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝

سورہ الرعد رکوع ۴ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے تسکین ہوتی ہے۔ خبردار اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں۔

### فیل ہونے والے

### پہلا اعلان

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَاۗءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۝ سورۃ الکہف رکوع ۱۲ پارہ ۱۶

ترجمہ۔ پھر کافر کیا خیال کرتے ہیں کہ میرے سوا میرے بندوں کو اپنا کارساز بنا لینگے۔ بیشک ہم نے کافروں کے لئے دوزخ کو مہمانی بنایا ہے۔

#### حاصل

یہ نکلا کہ جن لوگوں نے بندگی کا تعلق اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے رکھا۔ ان بدنصیبوں کی یہ سزا ہے۔ اللھم لاتجعلنا منھم

### دوسرا اعلان

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَاۗىِٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ۝

سورہ الکہف رکوع ۱۲ پارہ ۱۶

ترجمہ۔ کہدو۔ کیا میں تمہیں بتادوں جو اعمال کے لحاظ سے بالکل خسارے میں ہیں۔ وہ جن کی ساری کوشش دُنیا کی زندگی میں کھوئی گئی۔ اور وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ بیشک وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا اور اس کے روبرو جانے کا انکار کیا ہے۔ پھر ان کے سارے اعمال ضائع ہوگئے۔ اور ہم ان کے لئے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ یہ سزا ان کی جہنم ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے کفر کیا۔ اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق بنایا تھا۔

#### حاصل

یہ ہے کہ وہ بدنصیب لوگ یہ خیال کرتے رہے کہ ہم نیک کام کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے انکار کرنے اور قیامت کے دن کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری سے انکار کرنے کے باعث اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا کوئی عمل قبول نہیں ہوا۔ اور وہ دُنیا سے بالکل نامراد ہوکر گئے ہیں۔

### تیسرا اعلان

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ڏ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ۝ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَي الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۝ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ڏ اَىِٕذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَاٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ سورہ الواقعہ رکوع ۲ پارہ ۲۷

ترجمہ۔ اور بائیں والے کیسے بُرے ہیں۔ بائیں والے وہ لوؤں اور کھولتے پانی میں ہوں گے۔ اور سیاہ دُھوئیں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ راحت بخش۔ بیشک وہ اس سے پہلے خوشحال تھے۔ اور بڑے گناہ (شرک) پر اصرار کیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ کیا جب ہم مرجائیں گے۔ اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے۔ تو کیا ہم پھر اُٹھائے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی

#### حاصل

یہ نکلا۔ کہ انہیں خلاف مرضی الٰہی عقائد باطلہ کے باعث دوزخ کا ٹھکانا ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مرضی کے خلاف کرنے سے بچائے۔ اور خیالات اور اعمال کو اس کی رضا کے سانچے میں ڈھلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

### چوتھا اعلان

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝

سورہ الرعد رکوع ۳ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ اور جو لوگ اللہ کا عہد مضبوط کرنے کے بعد توڑتے ہیں۔ اور اس چیز کو توڑتے ہیں۔ جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم فرمایا ہے اور ملک میں فساد کرتے ہیں۔ ان کے لئے لعنت ہے۔ اور ان کے لئے بُرا گھر ہے۔

### تنبیہ شدید

میرے تمام مسلمان بھائی بہنوں کو مذکور الصدر اعلان کو غور سے پڑھنا چاہیئے۔ اور اپنے خیالات اور اپنے اعمال

کو اس اعلان کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے۔ کہ کہیں ہم تو اس زد میں نہیں آ رہے اس آیت میں تین خرابیاں ذکر کی گئی ہیں جن کی بناء پر لعنت کا اعلان کیا گیا ہے۔

## پہلی

اللہ تعالیٰ سے بندگی کا عہد کر کے اسے توڑتے ہیں۔ مثلاً ہر کلمہ گو پر (مرد ہو یا عورت) بندگی کا اظہار کرنے کے لئے روزانہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ پھر اندازہ لگائیے کہ بندگی کی اس شرط کو پورا کرنے والے کتنے مسلمان ہیں۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے۔ ہر سو میں سے دس فی صدی بھی مسلمان نمازی نہیں ہیں۔ بندگی کے فرائض میں سے دوسرا فرض روزہ ہے۔ میرا خیال ہے۔ رمضان شریف میں پچاس فیصدی بھی روزہ دار نہیں ہوتے۔ تیسرا فرض زکوٰۃ ہے۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے۔ معمولی مال و دولت کے مالک مسلمانوں سے قطع نظر کر لی جائے اور بڑے سرمایہ داروں پر نگاہ ڈالی جائے جن کے لاکھوں روپے بینکوں میں جمع ہیں۔ ان میں سے کتنے ایسے ہیں۔ کہ ہر سال اپنے روپے کا حساب کر کے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ میرے خیال میں دس فیصدی بھی ایسے سرمایہ دار نہیں ملیں گے جو بینکوں کے سرمایہ کی زکوٰۃ نکالتے ہوں

## دوسری

جس چیز کے ملانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اسے توڑتے ہیں یعنی رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے خلاف ان سے بد سلوکی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ان کی عزّت کریں۔ بے عزتی کرتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ان سے نرمی کریں سختی کرتے ہیں۔ بجائے اس کے ان سے دُعائیں لیں۔ بدسلوکی کر کے بد دُعائیں لیتے ہیں۔

## ایسے لوگوں کے حق میں دربار نبوی کے فیصلے

### ۱

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ [صلی اللہ] عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ متفق علیہ

ترجمہ جبیر بن مطعم سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں قطع رحمی کرنے والا داخل نہیں ہوگا۔ قطع رحم کی تفصیل سطور بالا میں پیش کر چکا ہوں۔

### ۲

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْکَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَیْہِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَھَلْ یَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَیْہِ قَالَ نَعَمْ یَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ اَبَاہُ وَیَسُبُّ اُمَّہٗ فَیَسُبُّ اُمَّہٗ متفق علیہ

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کسی آدمی کا اپنے ماں باپ کو گالیاں دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اُنہوں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آدمی اپنے ماں باپ کو بھی گالیاں دے سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں یہ شخص کسی انسان کے باپ کو گالیاں دیگا پھر وہ اس کے باپ کو گالیاں دیگا۔ اور اس کی ماں کو گالیاں دے گا۔ پھر وہ اس کی ماں کو گالیاں دیگا۔

### حاصل

دوسرے کے ماں باپ کو گالیاں دے کر اپنے ماں باپ کو گالیاں دلانے کا جرم در اصل اس نے خود کیا ہے۔ اور ماں باپ کی بے عزتی کرنا یہ بھی قطع رحمی ہے۔

### تیسرا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَۃُ عَلٰی قَوْمٍ فِیْھِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ

رواہ البیہقی فی شعب الایمان

ترجمہ۔ عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے۔ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس قوم پر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت نازل نہیں ہوتی۔ جس میں قطع رحمی کرنے والا ہو۔

### مثلاً

ایک شخص اپنے ماں باپ کا نافرمان ہے۔ ان کے دل سے اس کے حق میں بد دُعا نکل رہی ہے یا مثلاً ماں باپ بُوڑھے ہیں اور نادار بھی ہیں۔ اور بیٹا آسودہ حال اور دولتمند ہے۔ مگر والدین کی کوئی خدمت نہیں کرتا۔ اور ان کے دلوں سے اس کے حق میں بد دُعائیں نکل رہی ہیں۔ اسی قسم کی اور صورتیں بھی ہیں۔ جن میں ماں باپ کی دل آزاری کرنے والوں کے لئے دوزخ کا وعید سُنایا جا سکتا ہے۔ اللّٰھم لاتجعلنا منھم

## تیسری

خرابی جس کی بنا پر انسان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑتی ہے۔ وہ زمین میں فساد پھیلاتا ہے۔ قرآن مجید میں مفسدین کے جو نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ وہ ملاحظہ ہوں۔ تاکہ ان بُرے نمونوں کے نقش قدم پر چلنے سے ہمیں بچائے۔ اور لعنت الٰہی کے مستحق نہ ہونے پائیں۔

### پہلا نمونہ

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَھْلَھَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَۃً مِّنْھُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَھُمْ وَیَسْتَحْیٖ نِسَآءَھُمْ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ سورہ القصص رکوع ۱ پارہ ۲۰

ترجمہ۔ بیشک فرعون زمین پر سرکش ہوگیا تھا۔ اور وہاں کے لوگوں کے کئی گروہ کر دیئے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا۔ ان کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا۔ اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا۔ بیشک وہ مفسدوں میں سے تھا۔

### حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت پر تحریر فرماتے ہیں۔" جس طرح حضرت موسٰی علیہ السلام کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو باوجود کمزوری کے فرعونیوں کی طاقت کے مقابلہ میں منصور و کامیاب کیا۔ ایسے ہی مسلمان جو فی الحال مکّہ میں قلیل اور ضعیف و ناتواں نظر آتے ہیں۔ اپنے بیشمار طاقتور حریفوں کے مقابلہ پر کامیاب ہونگے۔ یعنی مصر میں قبطی بھی آباد تھے۔ جو فرعون کی قوم تھی۔ اور سبطی بھی جو بنی اسرائیل کہلاتے تھے۔ لیکن فرعون ظلم و تکبّر کی راہ سے بنی اسرائیل کو پنپنے اور اُبھرنے نہیں دیتا تھا۔ گویا سب قبطی آقا بنے ہوئے تھے اور پیغمبروں کی اولاد بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ ان سے ذلیل کام اور بیگاریں لیتے اور کسی طرح اس قابل نہ ہونے دیتے کہ ملک میں کوئی قوت و وقعت حاصل کریں۔ کہتے ہیں۔ فرعون نے کوئی خواب دیکھا تھا۔ جس کی تعبیر کاہنوں نے یہ دی۔ کہ کسی اسرائیلی کے ہاتھ سے تیری

سلطنت برباد ہوگی - اس لئے پیشبندی کے طور پر یہ احمقانہ اور ظالمانہ تدبیر سوچی - کہ بنی اسرائیل کو ہمیشہ کمزور کرتے رہنا چاہیئے - انہیں حکومت کے مقابلہ کا حوصلہ ہی نہ ہو - اور آئندہ جو لڑکے ان کے پیدا ہوں - ان کو ایک طرف سے ذبح کر ڈالنا چاہیئے - اس طرح آنے والی مصیبت رُک جائے گی - البتہ لڑکیوں سے چونکہ کوئی خطرہ نہیں انہیں زندہ رہنے دیا جائے - وہ بڑی ہوکر باندیوں کی طرح ہماری خدمت کیا کریں گی - اور ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل آپس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ایک پیشینگوئی کا تذکرہ کیا کرتے تھے جس میں خبر دی گئی تھی کہ ایک اسرائیلی جوان کے ہاتھ پر اس سلطنت مصر کی تباہی مقدر ہے - شدہ شدہ یہ تذکرے فرعون کے کانوں تک پہنچ گئے - اس احمق نے قضا و قدر کی روک تھام کے لئے ظلم و ستم کی یہ سکیم جاری کی -

## اس مفسد کا انجام

(فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ○ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ لَئِن كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ○ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُم بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ ○ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ○) سورہ الاعراف رکوع ۱۶ پارہ ۹

ترجمہ - پھر ہم نے اس پر طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون یہ سب کھلے کھلے معجزے بھیجے - پھر بھی انہوں نے تکبّر ہی کیا اور لوگ گنہگار ہی رہے اور جب ان پر کوئی عذاب آتا - تو کہتے - اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے دُعا کر - جس کا اس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے - اگر تُو نے ہم سے یہ عذاب دُور کر دیا - تو بیشک ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے - اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دینگے - پھر جب ہم نے ان سے ایک مدّت تک عذاب اُٹھا لیا - کہ انہیں اس مدت تک پہنچنا تھا - اس وقت وہ عہد توڑ ڈالتے - پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا - پھر ہم نے انہیں دریا میں ڈبو دیا - اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا - اور وہ ان سے غافل تھے -

## بہر حال

فرعون جو دُنیا میں مفسد تھا مع اپنے حواریوں کے غرق کر دیا گیا - اور ابدالآباد کے لئے دوزخ کے داخلہ کا ٹکٹ لیکر گیا -

## دوسرے مفسد کا واقعہ سُنئے

(إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ○ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ○) سورہ القصص رکوع ۸ پارہ ۲۰

ترجمہ - بیشک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا - پھر ان پر اکڑنے لگا - اور ہم نے اسے خزانے دیئے تھے - کہ اس کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اُٹھانی مشکل ہوتیں جب اس سے اس کی قوم نے کہا - اترا مت بیشک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا - اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر - اور اپنا حصّہ دُنیا میں سے نہ بھول اور بھلائی کر - جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے - اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو - بیشک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا -

## اس مفسد کا انجام

(فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِن فِئَةٍ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنتَصِرِينَ ○)

سورہ القصص رکوع ۸ پارہ ۲۰

ترجمہ - پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا - پھر اس کی ایسی کوئی جماعت نہ تھی - جو اسے اللہ سے بچا لیتی اور نہ وہ خود بچ سکا -

## عبرت

اس مفسد کا انجام عبرت ناک ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اس کے خزانے اور اس کی ساری جائداد ہی غرق کر دی - دُنیا سے لعنت کی موت سے رخصت ہُوا - اور ابدالآباد دوزخ میں رہنے کا ٹکٹ لے کر گیا - اللھم لا تجعلنا منھم

## عبرت

برادرانِ اسلام - قرآن مجید سے دو مفسدوں کے واقعات آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں - ایک ان میں سے بادشاہ تھا - اور دوسرا بہت بڑے خزانے کا مالک تھا - چونکہ دونوں نے پیغمبرِ وقت کی مخالفت کی تھی - پیغمبرِ خدا نے انہیں بڑا سمجھایا مگر وہ دونوں خدا داد نعمتوں کے نشے میں مست تھے - پیغمبر کی راہنمائی سے انہوں نے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا - اور نہ اپنی اصلاح کی - اللہ تعالےٰ کا غضب ان کے خلاف جوش میں آیا - دونوں دنیا سے ذلت اور لعنت کی موت سے مرے - اور آخرت کے لئے دوزخ کا ٹکٹ لے کر گئے -

## دُعا

اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہر ہدایت پر دل سے مہر تصدیق لگانے کی توفیق عطا فرمائے - اور جن احکام الہیہ کا ہماری ذات سے تعلق ہو - ان کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق نصیب ہو - پہلے درجے کا نام ایمان ہے - اور دوسرے درجے کا نام اسلام ہے - لہٰذا ہم اصلی اور کھرے مومن بھی ہوں - اور سچّے مسلمان بھی ہوں - آمین یا الہ العالمین

## تیسرا حصّہ

## نتیجہ کا علم قبر میں داخل ہونے کے بعد ہو جائے گا

## حدیث شریف کا ترجمہ

براء بن عازب سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ پر گئے - یہاں تک کہ ہم اس کی قبر پر جا پہنچے - ابھی تک اسے دفن نہیں کیا گیا تھا - رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بیٹھ گئے - اور ہم بھی آپ کے گرد اس طرح سرنگوں اور خاموش بیٹھ گئے - گویا ہمارے سر پر پرندے ہیں - آپؐ کے ہاتھ میں اس وقت ایک لکڑی تھی - جس سے آپؐ زمین کو کرید رہے تھے - پھر آپؐ نے سر اُٹھایا - اور فرمایا - قبر کے عذاب سے خدا سے پناہ مانگو - دو یا تین مرتبہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے - اور اس کے بعد فرمایا - جب مومن بندہ کا تعلق دُنیا سے منقطع ہونے والا ہوتا ہے - اور وہ آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے - تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے آتے ہیں - جن کے چہرے ایسے روشن ہوتے ہیں - گویا کہ ان کے مُنہ آفتاب ہیں - ان کے ساتھ جنّت کے کفن اور جنّت کی خوشبوئیں ہوتی ہیں - یہاں تک کہ وہ اس قدر دُور بیٹھ

جاتے ہیں جتنی دُور تک نگاہ جاتی ہے۔ پھر موت کا فرشتہ آتا ہے۔ اور بندۂ مومن کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے اے پاک رُوح خدا کی بخشش اور رضامندی کی طرف چل۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رُوح اس طرح بہتی ہوئی جسم سے نکلتی ہے۔ جس طرح پانی کا قطرہ مشک سے بہتا ہُوا نکلتا ہے۔ پس موت کا فرشتہ اس رُوح کو لے لیتا ہے۔ اور فوراً ہی ملک الموت سے اس روح کو دوسرے فرشتے لے لیتے ہیں۔ یعنی اس قدر جلد کہ پلک مارنے کی دیر نہیں ہوتی اور اس کو اس کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔ جس کو وہ لائے تھے۔ اور اس رُوح سے وہ بہترین خوشبو نکلتی ہے۔ جو زمین میں سب سے بہتر ہوتی ہے۔ پھر فرشتے اس رُوح کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور فرشتوں کی جس جماعت کے قریب سے وہ رُوح گزرتی ہے۔ وہ جماعت یہ کہتی ہے۔ یہ پاک رُوح کون ہے۔ وہ فرشتے جو اس پاک رُوح کو لے جا رہے ہوتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں۔ یہ فلاں شخص ہے اور فلاں کا بیٹا ہے۔ یعنی اس کے وہ بہترین نام اور لقب بتاتے ہیں۔ جو دُنیا میں ذکر کئے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ فرشتے آسمانِ دُنیا پر پہنچتے ہیں۔ اور اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں۔ اسی طرح ہر آسمان کے دروازہ پر ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس رُوح کو ساتویں آسمان پر پہنچایا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے کے نامہ اعمال کو مقام علیین میں (جہاں نیک رُوحیں رہتی ہیں) رکھو۔ اور اس کو زمین کی طرف واپس لے جاؤ۔ (یعنی اس کے جسم میں جو مدفون ہے لوٹا دو) میں نے زمین ہی سے جسموں کو پیدا کیا ہے۔ زمین ہی میں ان کو واپس بھیجتا ہوں۔ اور زمین ہی سے دوبارہ نکالونگا۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس رُوح کو پھر اس کے جسم میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اور پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے اس کے جواب میں وہ کہتا ہے۔ میرا پروردگار اللہ ہے۔ پھر وہ فرشتے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں۔ یہ کون شخص ہے۔ جو تم میں بھیجا گیا تھا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ وہ خدا کے رسول ہیں۔ پھر وہ پوچھتے ہیں تو نے ان کا رسول ہونا کس طرح جانا۔ وہ کہتا ہے۔ میں نے خُدا کی کتاب کو پڑھا۔ اس پر ایمان لایا۔ اور اس کی تصدیق کی۔ پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پُکار کر کہتا ہے یعنی خُدا کی طرف سے یہ اعلان کرتا ہے کہ میرا بندہ سچّا ہے۔ اس کے لئے جنّت کا بستر بچھا دو۔ اور جنّت کا لباس اس کو پہناؤ۔ اور جنّت کی طرف ایک کھڑکی کھول دو۔ چنانچہ کھڑکی کھول دیجاتی ہے اور اس سے جنّت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے۔ پھر اس کی قبر کو حدنظر تک کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس کے پاس ایک خوبصورت شخص آتا ہے جو بہترین لباس پہنے اور خُوشبو لگائے ہوتا ہے اور اس سے کہتا ہے تجھ کو خوشخبری ہو۔ اس چیز کی جو تجھ کو خوش کرنے والی ہے۔ یعنی تیرے لئے ہر قسم کی نعمتیں موجود ہیں اور یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ پس میّت اس سے پوچھتی ہے۔ کہ تُو کون ہے کہ تیرا چہرہ حسن و جمال میں کامل ہے۔ اور تو بھلائی کو لایا اور خوشخبری کو سُناتا ہے۔ وہ کہیگا۔ میں تیرا عمل صالح ہوں۔ میّت یہ سُن کر کہتی ہے۔ اے میرے پروردگار قیامت کو قائم کر۔ اے میرے پروردگار قیامت کو قائم کر کہ میں پھر اہل و مال کی طرف جاؤں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کافر بندہ جب دُنیا سے تعلقات کو ختم کرنے والا اور آخرت کی جانب متوجہ ہونے والا ہوتا ہے۔ تو سیاہ چہروں والے عذاب کے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں۔ اور ٹاٹ ان کے پاس ہوتے ہیں، وہ اتنی دُور جا بیٹھتے ہیں جہاں تک نگاہ جاتی ہے۔ پھر موت کا فرشتہ آتا ہے۔ اور اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ اے خبیث و ناپاک رُوح خُدا کے غضب کی طرف نکل۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کافر کی رُوح (یہ سُن کر) بدن میں دوڑتی پھرتی ہے اور جسم سے باہر نکلنے سے ڈرتی ہے۔ پھر موت کا فرشتہ اس رُوح کو کھینچتا ہے۔ جس طرح ترصوف میں سے انکڑہ کھینچا جاتا ہے۔ یعنی سختی کے ساتھ۔ اور اس کو جسم سے نکال لیتا ہے۔ اور پلک مارتے اس سے اس رُوح کو وہ فرشتے چھین لیتے ہیں۔ جو اس کو لینے آئے تھے۔ یہ فرشتے اس رُوح کو ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اور اس سے سخت بدبو نکلتی ہے جیسے مردار کی وہ بدبو جو کہیں زمین پر پائی جائے۔ پھر فرشتے اس رُوح کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور فرشتوں کی جس جماعت کے قریب سے یہ رُوح گزرتی ہے۔ وہ یہی کہتی ہے۔ کہ یہ کس کی ناپاک رُوح ہے۔ فرشتے جواب دیتے ہیں۔ فلاں شخص فلاں کا بیٹا۔ یعنی اس کے ان تمام بُرے ناموں اور لقبوں کا ذکر کریں گے۔ جس سے دُنیا میں اس کو مخاطب کیا جاتا تھا۔ یہانتک کہ اُس کو لے کر فرشتے آسمان دُنیا پر پہنچتے ہیں۔ اور دروازہ کھلوائینگے۔ لیکن دروازہ نہ کھولا جائیگا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لَا تفتح لھم ابواب السماء وَلا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط یعنی کافروں کے لئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ اور نہ وہ داخل ہوں گے۔ جنّت میں جب تک اُونٹ داخل نہ ہو سُوئی کے ناکے میں (یعنی ان کا جنّت میں جانا ناممکن ہے) پھر خدا تعالےٰ حکم دے گا اس کے نامہ اعمال کو سجین میں رکھو جو ایک جگہ کا نام ہے۔ جو ساتویں زمین کے اندر ہے۔ پھر اس کی روح پھینک دی جائے گی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر او تھوی بہ الریح فی مکان سحیق۔ جس شخص نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک کیا۔ وہ گویا آسمان سے مُنہ کے بل گرا۔ پس اس کو پرندے اچک لیتے ہیں۔ یا اس کو ہوا دُور دراز جگہ میں پھینک دیتی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا۔ کہ پھر رُوح جسم میں ڈالی جاتی ہے۔ اور دو فرشتے آکر بٹھلاتے ہیں اور پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے۔ وہ

کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر اس سے پوچھا جائے گا۔ وہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا۔ وہ کہے گا۔ ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پس ایک پکارنے والا خدا کی طرف سے پکار کر کہے گا۔ یہ جھوٹا ہے۔ اس کے لئے آگ کا فرش کرو۔ اور ایک دروازہ دوزخ کی جانب اس کے لئے کھول دو۔ چنانچہ دوزخ کی طرف سے کھول دیا جائے گا۔ اور دوزخ کی گرمی اور گرم ہوا اس کو پہنچے گی اور اس کی قبر کو تنگ کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر کی اُدھر نکل جائیں گی۔ پھر ایک بد صورت شخص میلے کچیلے کپڑے پہنے اس کے پاس آئے گا جس سے سخت بدبو نکلتی ہو گی۔ وہ اس سے کہیگا تجھ کو اس چیز کی خوشخبری ہو جو تجھ کو بری معلوم ہو۔ یہ وہ دن ہے۔ جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ میّت اس سے پوچھے گی۔ تو کون ہے تیرا چہرہ بہت بُرا ہے۔ اور بُرائی کو لایا ہے۔ وہ کہیگا۔ میں تیرا بُرا عمل ہوں۔ یہ سُن کر میّت کہیگی۔ اے پروردگار تو قیامت کو نہ قائم کر۔ (رواہ احمد) وما علینا الّا البلاغ

اللّٰھم وفقنالما تحب وترضیٰ وتجعل آخرتنا خیراً



# مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۷ر ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۶ر جون ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی ——— خاموش مُبلّغ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْد! میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ انسان کے اندر دو قسم کی بیماریاں ہیں ۱۔ جسمانی ۲۔ رُوحانی۔ جسمانی بیماریوں کا احساس تو ہر ادنیٰ و اعلیٰ، بوڑھے اور بچے امیر غریب اور شاہ و گدا کو ہوتا ہے۔ لیکن رُوحانی بیماریوں کا احساس نہیں ہوتا۔ جب تک کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ احساس نہ کرائے۔ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں روحانی، بیماریوں کا ذکر تو آتا ہے۔ لیکن ان کا احساس عام طور پر علماء کرام تک کو بھی نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طبیب نمبر اوّل تھے۔ آپ کے بعد صحابہ کرام پھر تابعین اور ان کے بعد تبع تابعین۔ حتیٰ کہ آج تک روحانی امراض کے معالج پیدا ہوتے رہے ہیں۔ آج بھی ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ وہ کون ہیں۔ اس قسم کے حضرات پہلے روحانی بیماریوں کا احساس کراتے ہیں۔ اور اس کے بعد شفا کا طریقہ بتلاتے ہیں۔ اور پھر اپنی صحبت میں بٹھا کر روحانی امراض سے شفا دلاتے ہیں۔

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ہادی سے اخذ فیض کے لئے عقیدت، ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔ جسمانی امراض، میں ڈاکٹر یا طبیب سے عقیدت اور ادب کی ضرورت نہیں۔ اگر مرض کی تشخیص ٹھیک ہے اور نسخہ بھی ٹھیک تجویز کیا ہے تو نسخہ اس کی ہدایات کے ماتحت استعمال کرنے سے انشاء اللہ شفا ہو جائیگی۔ لیکن روحانی امراض سے شفا پانے کے لئے طبیب روحانی سے عقیدت، ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔ کامل خواہ زبانی کم سمجھائے لیکن ان کی صحبت میں عقیدت ادب اور اطاعت سے مدت مدید رہنے کے بعد رنگ چڑھ جاتا ہے۔

ایک عجیب واقعہ عرض کرتا ہوں۔ میرے دو مربی ہیں۔ شجرہ میں ایک دائیں طرف اور دوسرے بائیں طرف۔ میرے دادا پیر رحمۃ اللہ علیہ ایک ہیں۔ کچھ اسباب ایسے تھے جن کی وجہ سے میرے کاسۂ گدائی میں دونوں دروازوں سے کچھ نہ کچھ ڈالا جاتا تھا۔ دائیں طرف والے اللہ تعالےٰ کے جمالِ اتم کے مظہر تھے۔ اور بائیں طرف والے جلال اتم کے مظہر تھے۔ بائیں طرف والے حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خاص خادم تھا جس کا نام حاجی اللہ ورایا تھا۔ وہ جاہل مطلق تھا۔ قرآن مجید ناظرہ بھی پڑھا ہوا نہ تھا۔ اس کا کام یہ تھا کہ مہمانوں کو لنگر سے کھانا لا کر دینا اور جب وہ کھا چکیں تو خالی برتن لنگر میں پہنچا دینا۔ لنگر کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کنواں تھا۔ جس کے ساتھ زمین بھی تھی۔ اس زمین میں مہمانوں کے لئے سبزی وغیرہ اور ان کے گھوڑوں کے لئے گھاس وغیرہ کاشت ہوتی تھی۔ اور اس زمین کے کناروں پر حضرت رحؒ نے کھجور کے پودے لگوائے ہوئے تھے۔ تاکہ جو مہمان خدا یاد کرنے کے لئے آئیں ان کی کھجوریں مہمانوں کی تواضع میں صرف کی جائیں۔ مجھے یاد ہے کہ عصر کے وقت ایک شخص نے حضرت رحؒ سے شکایت کی کہ حضرت دارالحفاظ کے لڑکے کھجور کے درختوں پر چڑھ کر کچی کھجوریں توڑ کر کھاتے ہیں۔ حضرت رحؒ چونکہ جلالی مزاج تھے اس لئے آپ کو بہت غصہ آیا اور حاجی اللہ ورایا سے فرمایا کہ ان بدمعاشوں کو پکڑ لاؤ۔ میں ان کو سزا دوں گا۔ حاجی اللہ ورایا نے فوراً یہ جواب دیا کہ حضرت سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں۔ اگرچہ وہ جاہل مطلق تھا لیکن حضرت کی صحبت میں اس پر رنگ چڑھا ہوا تھا۔ اس لئے اس نے حضرت رحؒ کی طبیعت کا رخ بدل دیا۔ اس کے اس جواب پر حضرت خاموش ہو گئے۔ اللہ والوں کی جو بھی خدمت کرتا ہے۔ وہ ضرور اس کی جزائے خیر دیتے ہیں۔ وہ ایک منٹ کے لئے بھی کسی کا احسان برداشت نہیں کر سکتے۔

اللہ والوں کو احساس ہوتا ہے کہ، کون اخلاص سے ان کی خدمت کر رہا

ہے۔ حاجی اللہ درایا لنگر کا کام دن رات اخلاص سے کرتا تھا۔ پیسہ ایک نہ لیتا تھا۔ حضرت امروٹیؒ کی توجہ سے اس کی انانیت فنا ہو چکی تھی۔ جب انانیت فنا ہو جاتی ہے تو للّٰہیت آجاتی ہے حضرتؒ کی تربیت کا اثر تھا کہ فوراً اس نے یہ جواب دیا کہ حضرت سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

صدقے میں ترے ساقی مشکل آسان کردے
ہستی مری مٹا دے خاک بے جان کردے

گفتن و کردن فرقے دارد۔

کسی بے عمل استاد سے ساری "اخلاق جلالی" پڑھ جانے سے کھوٹے دھیلے جتنا بھی اثر نہ ہوگا۔ اور کسی اللہ والے کے پاس ایک گھڑی بیٹھنے سے بھی کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوگا۔ اسی لئے تو کسی اللہ والے نے کہا ہے ؎

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

امراض روحانی سے شفا یاب ہو کر جائیں گے تو اللہ تعالے اپنے فضل سے قبر کو بہشت کے باغوں میں سے باغ بنا دیگا۔ ورنہ قبر دوزخ کا گڑھا بن جائے گی۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالے مجھے اور آپ کو اس دنیا سے امراض روحانی سے شفایاب ہو کر جانے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

وقت ختم ہو چکا ہے اور میں تمہید ہی میں رہ گیا ہوں۔ میرا آج کا عنوان تھا "انسان کامل کون ہے"۔ جسمانی لحاظ سے انسان کامل وہ ہے جس کی بینائی، شنوائی سلامت ہو۔ نہ سر سے گنجا ہو نہ ہاتھ سے لنجا ہو نہ پاؤں سے لنگڑا ہو۔ غرضیکہ اس کے سب اعضا سلامت ہوں۔ اسی طرح اللہ تعالے کے ہاں کامل انسان وہ ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو نبھائے۔

خدا کی قسم کامل انسان دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں۔ کسی کا بیوی بچوں سے سلوک ٹھیک ہے تو والدین سے خراب ہے بیوی کے لئے عید کے موقع پر نیا جوڑا بھی آرہا ہے اور نفٹی سینڈل بھی آ رہے ہیں اور ماں بیچاری کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں اور جوتی ٹوٹی ہوئی ہے۔ کامل انسان وہ ہے جسکے لئے ماں باپ، بھائی بہن اور باقی رشتہ دار سب کے دل سے دعا نکلے

اللہ تعالے مجھے اور آپ کو کامل انسان بنا کر دنیا سے اٹھائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

کامل انسان امراض روحانی سے شفا پانے کے بعد بنتا ہے۔ کامل انسان وہ ہے جو سب کے حقوق ادا کرے اور اپنی اپنی جگہ سب کو خوش رکھنے کی کوشش کرے۔ کامل انسان وہ نہیں ہے کہ بیوی پر تو مفتون ہے اور ماں بے چاری کی خبر نہیں لیتا۔ غرضیکہ کامل انسان وہ ہے جو اللہ تعالے کی رضا میں فنا ہو۔ اور اللہ تعالے جس طرح اس کے اوقات کو تقسیم کرے اس کے مطابق زندگی کے لمحات کو بسر کرے۔

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ

## ضروری اطلاعات

۱۔ خط لکھتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں۔

۲۔ سرخ نشان اس بات کی اطلاع ہے کہ چندہ ختم ہے۔

۳۔ ایجنٹ حضرات بل کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔

۴۔ ترسیلِ زر بنام مینجر ہفت روزہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ کی جائے۔

۵۔ پرچہ نہ ملنے کی اطلاع فوراً آنی چاہیئے۔ ورنہ تعمیل نہ ہوگی۔

خدام الدین کی توسیع اشاعت کے لئے ہر شہر و قصبہ میں مخلص کارکنوں کی ضرورت ہے

# ہے رضائے خالق اکبر رضائے مصطفٰے

از قلم عبدالرحیم جاوید الہ آبادی

دونوں عالم میں عیاں ہیں جلوہ ہائے مصطفٰے
آشکارہ ذرے ذرے ہیں ضیائے مصطفٰے

مصطفٰے آئے ہیں بن کر رحمۃ للعالمین
ابرِ رحمت بن کے اس دنیا پہ چھائے مصطفٰے

شافعِ روزِ جزا غیرِ مصطفٰے کے کون ہے
بیکسوں کا کون حامی ہے سوائے مصطفٰے

برق ہیں لالہ و گل ہیں جلوۂ نورِ نبی!
چاند ہیں سورج میں تاروں میں ضیائے مصطفٰے

شک نہیں کچھ ہے زبانِ مصطفٰے ہی نطقِ حق!
ہے رضائے خالق اکبر رضائے مصطفٰے

لاکھ دل کر دوں تصدق خواجۂ یثرب پہ میں
لاکھ جاں قربان میں کر دوں برائے مصطفٰے

برتر از وہم و گماں جاوید ہے شانِ نبی
ہے خدائے لم یزل کرتا ثنائے مصطفٰے

# اقوال زریں

(از جناب شیخ عبد الحکیم صاحب)

(گزشتہ سے پیوستہ)

۱۵- درختوں پر ہر موسم بہار میں جوانی آتی ہے۔ لیکن انسان پر جوانی صرف ایک ہی بار آتی ہے۔ پس اُس کی قدر کرنی چاہیئے۔

۱۶- وہ دولت جمع کرنی چاہیئے۔ جسے نہ بادشاہ لے سکے نہ چور چُرا سکے بلکہ جو مرنے کے بعد بھی ساتھ رہے یعنی نیکی۔

۱۷- صبر مسرت کی کنجی ہے توبہ معافی کی اور انکساری اطمینان کی۔

۱۸- دعا ایمان کے لئے ستون ہے اور مشکلات کا حل۔

۱۹- ایمان اور عمل لازم و ملزوم ہیں۔ ایمان کے بغیر انسان اندھا ہے اور عمل کے بغیر گمراہ۔ پس زندگی کا سفر طے کرنے کے لئے راہ اور آنکھ دونوں کی ضرورت ہے۔

۲۰- حقیقی نیکی وہ ہے جس میں دوام ہو۔

۲۱- میٹھی بات دل کو مقید کر لیتی ہے اس لئے میٹھا بولنے کی عادت ڈالو۔

۲۲- ہیرا اگر مٹی میں بھی گر پڑے تو بھی ہیرا ہے۔

۲۳- سچائی کو کسی حال میں بھی مت چھوڑو کیونکہ راست گفتاری انسان کا بہترین حُسن ہے۔

۲۴- راستی کا پابند دُنیا میں کبھی شرمندہ نہیں ہوتا۔

۲۵- پانی کا ہر قطرہ۔ ریگ کا ہر ذرّہ اور گھاس کی ہر پتّی خدا کے واجب الوجود ہونے پر گواہ ہے۔

۲۶- انسان کی محدود عقل خُدا کی غیر محدود قدرتوں کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس لئے الٰہیات کے پیچیدہ معاملات میں بحث نہ کرو۔

۲۷- قدرت کا کوئی کام خالی از مصلحت نہیں۔ اس لئے ہر چیز کی خود تحقیق کرو کہ اس کے بنانے میں کیا حکمت رکھی گئی ہے۔

۲۸ اپنی باتوں میں علمی باتوں کا مزہ پیدا کرو۔

۲۹- مذہب۔ علم۔ اخلاق کی مفید معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔

۳۰- مذہبی معاملات کو عقل سے پرکھو در اصل وہ عقل کے مطابق ہی ہوتے ہیں۔

۳۱- دینی معاملات کو معقولات سے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کرو۔ اگر کوئی بات تمہاری عقل میں نہ آئے تو بغیر تحقیق اُسے غلط مت کہو۔

۳۲- اپنے اخلاق کی درستی میں بڑی سرگرمی سے کوشش کرو۔

۳۳- قومی کاموں میں دل و جان سے حصہ لو۔ تاکہ قومی وقار بلند ہو۔

۳۴- اپنے فعل کو اپنے قول کے مطابق رکھنے والا کبھی ندامت نہیں اُٹھاتا۔

۳۵ اپنے کاموں میں دوسروں کے فائدے کا بھی خیال رکھو۔ تمہارا کوئی کام ایسا نہ ہو جس میں کوئی نہ کوئی نیکی نہ ہو۔

۳۶ جو کام کرو۔ اس میں ضرور پہلے سوچ لو کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور کس طرح کرنا چاہیئے تاکہ انجام، بخیر ہو۔

۳۷- انسان کو سب چیزوں کا کچھ علم اور کچھ چیزوں کا سب علم ہونا چاہیئے۔

۳۸- تم خود نیکی کرو مگر دشمن سے نیکی کی اُمید نہ رکھو۔

۳۹- مطالعہ کا شوق علمی ترقی کا زینہ ہے۔ مطالعہ کبھی نہ چھوڑو۔

۴۰- مخرب الاخلاق کتب کبھی نہ دیکھو نہ پاس رکھو۔

۴۱- بڑے لوگوں میں بیٹھنا ان سے علم حاصل کرنے کی خاطر ہو نہ بڑا بننے کی خاطر۔

۴۲- علم کو عقل اور دانائی اور روشنی طبع کا ذریعہ سمجھو نہ صرف ذریعہ معاش۔

۴۳- خدا کی یاد سے غافل انسان حیوان سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ حیوان تو ہر وقت اللہ تعالےٰ کی تسبیح میں شاغل رہتا ہے۔

باقی باقی

## بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے

ہے۔ ان کے علاوہ حکومت نے قانونی معاملات میں مشورہ حاصل کرنے کے لئے بڑے بڑے مشاہروں پر قانون کے ماہرین خصوصی بطور قانونی مشیر مقرر کر رکھے ہیں۔ ایک ماہر قانون سکرٹری کے ماتحت قانون کا ایک پُورا محکمہ ہے۔ سکرٹری کے ماتحت دوسرے قانون دان افسر بھی ہیں۔ ایڈووکیٹ جنرل اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل ان سب کے علاوہ ہیں۔ ان میں سے اکثر وقت آنے پر ہائی کورٹ کے جج بنتے ہیں۔ یہ سب حکومت کے قانونی مشیر ہیں۔ جن کی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ حکومت کی قانونی معاملات میں رہنمائی کریں۔ حکومت ان کے مشوروں کا پُورا پُورا احترام کرتی ہے۔ اور اپنے احکام ان کے مشوروں کے مطابق جاری کرتی ہے۔

اس ساری مشینری کے باوجود حکومت کے خلاف دیوانی مقدمات اور رٹ درخواستوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ گزشتہ دنوں تو حکومت رٹ درخواستوں کی تعداد سے بوکھلا اُٹھی تھی اور اس تجویز پر غور کر رہی تھی کہ سرکاری ملازمین اور دوسرے اشخاص کو اس حق سے ہی محروم کر دیا جائے۔ اللہ تعالےٰ نے اسے خود ہی سمجھ عطا فرما دی اور وہ یہ حق چھین لینے سے باز رہی ورنہ وہ کسی صورت میں بھی حق بجانب قرار نہیں دی جا سکتی تھی۔ زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ان مقدمات اور درخواستوں میں فیصلہ جات اکثر حکومت کے خلاف ہوتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا حکومت کے قانونی مشیر نا اہل ہیں جو حکومت کو غلط مشورہ دیتے ہیں؟ کیا حکومت کے ذمہ دار افسر ان سے مشورہ لئے بغیر احکام صادر کر دیتے ہیں؟ اگر ان دونوں سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو حکومت کو چاہیئے کہ مقدمات کے اخراجات کی کثیر رقم قانونی مشیروں یا ذمہ دار افسروں سے وصول کرے۔ جن کی لاپروائی کی وجہ سے حکومت کو مقدمات میں اُلجھنا اور ان مقدمات پر زر کثیر صرف کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ قانونی مشیروں کو برطرف کر کے ان کی جگہ زیادہ قابل اور محنتی قانون دان مقرر کرنے کے سوال پر بھی حکومت کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔ ان کے تقرر میں قابلیت معیار ہونا چاہیئے۔ نہ کہ پارٹی بازی اور خویش پروری۔ حکومت م

م کو افسران متعلقہ کے خلاف بھی کارروائی کرنی چاہیئے۔ تاکہ آئندہ دیوانی مقدمات اور رٹ درخواستوں میں اکثر فیصلہ جات حضرت کے

# الاستفتاء

از جناب مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلہ گنبد، لاہور

**سوال:**۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے متعلق ایک لڑکی نابالغہ جس کا نکاح ولی نے کیا تھا۔ لیکن لڑکی کے جوان ہونے کے بعد لڑکا پاگل ہوگیا۔ اب لڑکی کے والدین اُسے لڑکی نہیں دینا چاہتے اور لڑکی بھی اسے پسند نہیں کرتی۔ کوئی وجہ بتائیں کہ اس کی طلاق ہو سکے۔ کیا عدالت سے طلاق نامہ کی درخواست دے کر اور منظوری کے کاغذ پر لڑکے کا انگوٹھا زبردستی لگوا لیں تو طلاق ہو جائے گی۔ فقہ حنفیہ اور احادیث شریف سے شواہد دے کر جلدی جواب دیں۔

**الجواب** مبسملاً و محمدلاً و مصلیاً و مسلماً

پسند کرنا نہ کرنا تو کوئی وجہ علیحدگی کی نہیں ہوتی۔ اصل بات خاوند کا پاگل ہو جانا ہے۔ خاوند کے پاگل ہونے میں طلاق تو نہیں ہو سکتی۔ پاگل کا تو کوئی قول و فعل معتبر نہیں اور اس کے ولی کو طلاق دینے کا اختیار نہیں۔ ہاں حاکم مسلم کی عدالت میں دعویٰ کر کے نکاح فسخ کرایا جا سکتا ہے۔ اگر حاکم شریعت کے مطابق فسخ کرے گا تو فسخ ہو گا۔ ویسے نہ ہوگا۔ اس دعوے کے لئے اول تو کئی شرطیں ہیں۔ جب وہ پوری ہوں گی اس وقت دعوے کا حق ہو گا۔ شرطیں اور احکام یہ ہیں۔

۱۔ پاگل پن یا جنون معمولی نہ ہو بلکہ ایسا ہو جس سے عورت کی جان کا خطرہ ہو۔ یا ایسی شدید تکلیفیں دیتا ہو جو برداشت سے باہر ہوں۔

۲۔ نکاح کے بعد جب عورت کو خاوند کا مجنون ہونا معلوم ہوا ہو اس وقت سے اِس وقت تک کسی وقت بھی عورت نے اس کے ساتھ رہنے کی رضامندی ظاہر نہ کی ہو۔ اگر ایک مرتبہ بھی رضامندی ظاہر کر چکی ہے تو اب فسخ کرانے کا اختیار نہ رہے گا۔

۳۔ جنون کا علم ہونے کے بعد کسی وقت بھی عورت نے اپنے اختیار سے صحبت یا بوس و کنار وغیرہ کا موقع نہ دیا ہو۔ ورنہ یہ بھی فعلی منظوری ہے۔ ہاں اگر اس کے انکار اور بچاؤ کی پوری کوشش کے باوجود زبردستی یا سوتے میں صحبت یا بوس و کنار ہو گیا تو اس سے اختیار باطل نہ ہوگا۔

ایک بات یہ بھی تحقیق کرنے کی ہے کہ خاوند کا جنون دفعتہً خطرناک ہوا ہے یا رفتہ رفتہ بڑھا ہے اگر رفتہ رفتہ بڑھا ہے اور اوّل میں معمولی تھا اس وقت عورت نے منظوری دے دی ہو یا اس کے اختیار سے صحبت ہوئی ہو۔ مگر جب خوب بڑھ گیا اور خطرناک ہوگیا ہے اس وقت سے عورت نے نامنظوری ہی کی ہو اور اختیار سے صحبت وغیرہ کا موقع نہ دیا ہو تو عورت کو فسخ کرانے کا اختیار باقی رہیگا۔

۴۔ عورت کو خود نکاح کے توڑنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ بلکہ مسلمان حاکم کے یہاں دعوے کر کے اس سے فسخ کرانے کا اختیار ہے۔ اگر وہ شرعی قاعدہ کے مطابق فسخ کردیگا تو فسخ ہو جائے گا۔ اور اگر شرعی قاعدہ کے مطابق فسخ نہیں کرے گا تو شرعاً فسخ نہ ہو گا۔ اس کے بعد عورت مسلمانوں کی ایک پنچایت میں جسمیں کم سے کم دو عالم صاحب فتویٰ بھی ہوں یا وہ لوگ ہر بات کو فتویٰ لے کر طے کریں، دعویٰ کر کے فسخ کرالے۔

۵۔ نکاح کے فسخ کرنے کا شرعی طریقہ یہ ہے (الف) عورت مسلمان حاکم کے یہاں جس کو ایسے مقدمات کا اختیار ہو شوہر کے پاگل ہونے کی بنا پر نکاح کے فسخ کرنے کا دعویٰ دائر کرے (ب) گواہوں سے خاوند کے جنون کا خطرناک ہونا ثابت کرے۔ کہ جس سے اسکی جان کا خطرہ ہو یا ناقابل برداشت اذیتوں کا قوی اندیشہ ہو۔ (ج) حاکم تمام واقعات کی تحقیق کرے اگر یہ بیان صحیح ثابت ہو اور مذکورہ بالا شرطیں پائی جاکر عورت کو فسخ کرانے کا حق بھی ثابت ہو تو مجنون کو علاج کیلئے ایک سال کی مہلت دے دے (د) لیکن مجنون سے کسی بات کے پوچھنے یا کسی حکم کو سنانے کا اعتبار نہ ہو گا۔ مجنون کا کوئی ولی باپ وہ نہ ہو تو دادا وہ نہ ہو تو بھائی وہ نہ ہو تو چچا وغیرہ کو اس کی طرف سے کھڑا کرے۔ اس سے پوچھے اور اس کو حکم سنائے[م] (ہ) جب علاج کا ایک سال گذر جائے اگر عورت پھر ساتھ رہنا منظور کر لیتی ہے تو قصہ ختم ہے۔ چاہے آرام ہو گیا یا نہ ہوا ہو۔ اگر آرام ہو گیا ہو تو مقدمہ خارج اور عورت کو نکاح میں رہنا ضروری ہے۔ اور اگر جنون بحالہ باقی ہے اور عورت علیحدگی کی درخواست دے تو حاکم عورت سے کہدے کہ اب میں تمکو اختیار دیتا ہوں چاہے اس کے ساتھ رہنا منظور کرلو یا علیحدگی کرالو۔ اگر عورت اسی مجلس میں علیحدگی کو چاہے تو حاکم نکاح فسخ کر دے اور یہ طلاق شمار ہو گا۔

لیکن شرط یہ ہے کہ عورت اسی مجلس میں علیحدگی چاہے اگر مجلس برخاست ہو گئی یا عورت خود یا کسی کے اٹھانے سے وہاں سے اٹھ گئی یا اجلاس ختم ہوگیا یا عورت کسی دوسری گفتگو یا کام میں لگ گئی تو پھر علیحدگی چاہنے کا اختیار نہ رہے گا۔ اور فسخ نہ ہو سکے گا۔

۶۔ اگر فسخ کرانے کی شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے اور فسخ، اختیار نہ ہو سکے۔ اور زندگی گزارنا بھی مشکل ہو تو جنون کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں ہو سکے گا۔ لیکن اگر مجنون کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ ہو اور عورت کیلئے خرچ کی کوئی اور سبیل بھی نہ ہو نہ کوئی اسکا یا اپنا عزیز ذمہ داری لے نہ عورت خود حلال روزی کا کام کر سکے یا عورت کے جنسی مطالبات پورے نہ ہونے کی وجہ سے عورت صبر وضبط نہ کر سکے اور گناہوں میں مبتلا ہونے کا سخت ترین خطرہ ہو تو عورت حاکم مسلم کے یہاں حقوق ادا نہ ہونے کی بنا پر فسخ نکاح کا دعوے کرے اگر وہ شرعی طریق سے فسخ کریگا تو طلاق ہو جائے گی ویسے کریگا تو نہ ہو گی۔ پھر پنچایت میں جسمیں دو عالم صاحب فتویٰ بھی ہوں یا ہر بات کا فتویٰ لے کر فیصلہ دیں۔ دعویٰ دائر کر کے شریعت کے مطابق فسخ کرالے لیکن یہ سخت ترین مجبوری کے وقت ہے۔

اس کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ عورت حاکم کے یہاں حقوق ادا نہ کرنیکا دعویٰ کر

م۔ اور اگر اسکا کوئی ولی نہ ہو تو حاکم کسی کو اسکا وکیل یا ولی مقرر کرکے اس کو سنا دے۔

کے فسخ کی درخواست کرے۔ حاکم شرعی شہادت کے ذریعہ پوری تحقیق کرے۔ اگر دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ مجنون کے پاس کوئی ذریعہ آمدنی کا نہیں ہے اور اس کا کوئی ولی یا عزیز بھی اس کے لئے تیار نہیں ہوتا اور حاکم کے مطالبہ کے بعد بھی اس کے عزیز انکار کرتے ہیں تو حاکم بلا کسی مدت کے انتظار کے طلاق دیدے۔

یہ سب مسائل اردو کتاب حیلہ ناجزہ میں علمائے وقت نے حرمین کے مالکی علماء سے تحقیق کرکے لکھے ہیں۔ پوری تفصیل وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔ اور مالکی فتوی حاصل کرنیکی مجبوری کی وجہ بھی وہیں، ملے گی۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

جمیل احمد تھانوی

**سوال:۔** ۱ ایک آدمی رشوت لیتا ہے اور زکوٰۃ بھی نہیں ادا کرتا تو کیا اس کے لڑکے کو باپ کی کمائی کھانی چاہیئے یا نہیں جبکہ لڑکے کی عمر ۱۶، ۱۷ سال ہے۔ کیا لڑکے کو ماں باپ چھوڑ دینا چاہیئے یا نہیں (حرام سے پلا ہوا گوشت دوزخ میں جائے گا۔) حدیث شریف۔ قرآن۔

نمبر۲۔ گناہ کی کتنی قسمیں ہیں۔ ہرایک کی برائے مہربانی دس دس مثالیں فرمادیں

نمبر۳۔ مسجد میں کاروبار، حکومت، کالج اور سکولوں کے امتحانات، اخبارات وغیرہ کے متعلق گفتگو کرنی جائز ہے یا ناجائز۔

نمبر۴۔ والدین اپنے لڑکے کو داڑھی رکھنے اور ٹخنے ننگے کرنے۔ نماز کے متعلق کسی کو بتانے، غریبوں سے باتیں کرنے اور مسجد میں زیادہ دیر لگانے سے ناراض ہوتے ہیں۔ لڑکے کو کیا کرنا چاہیئے۔

خالد سلیم راوی روڈ

## الجواب مبسملاً و محمدلاً و مصلیاً و مسلماً

نمبر۱۔ اگر اس شخص کی آمدنی حلال کی بھی ہو اور رشوت کی یعنی حرام کی بھی مثلاً تنخواہ بھی ملتی ہو یا جائداد کاروبار وغیرہ کی بھی آمدنی ہو۔ دونوں قسم کی ہو تو دیکھنا یہ ہے کہ زیادہ کون سی آمدنی ہے اگر حلال زیادہ ہے تو اس کے مال سے کھانا پینا درست ہے اگر حرام زیادہ ہے تو مکروہ ہے اور اگر فقط حرام ہی حرام ہے حلال ہے ہی نہیں تو حرام ہے۔ عالمگیری میں یہ تفصیل مذکور ہے اور زکوٰۃ نہ دینے کا گناہ اس پر ہے۔ اس سے موجودہ مال حرام و مکروہ نہیں ہوتا۔ کھانے پینے میں احتیاط کر لینا چاہیئے۔ وقتاً فوقتاً اچھے عنوان سے رشوت کی برائی عرض کرنی چاہیئے چھوڑنے سے ان کو اذیت دینا جرم ہوگا۔

نمبر۲۔ اس طرح تو ایک رسالہ ہوجائے گا۔ اتنی تو فرصت نہیں۔ مختصر یہ ذہن میں رکھیئے کہ ہر فرض کام کا چھوڑنا حرام ہر واجب کا چھوڑنا قریب بحرام یعنی مکروہ تحریمی اور دونوں گناہ کبیرہ ہیں۔ ہر سنت مؤکدہ کا چھوڑنا مکروہ تنزیہی جسمیں اندیشہ عذاب ہے اور سنت غیر مؤکدہ اور مستحب کا چھوڑنا گناہ نہیں کرنا ثواب ہے۔ اور وہ جرم جس پر قرآن یا حدیث میں کوئی معین سزا آئی ہے بھی گناہ کبیرہ ہے اور جس سے ممانعت تو حدیث میں ہے مگر سزا وارد نہیں وہ گناہ صغیرہ ہے ورنہ گناہ تو گناہ ہی ہے۔ سزا کا سبب ہے گو سزا معین کرکے نہ بتائی گئی ہو اور آخرت کی ہلکی سے ہلکی سزا بھی دنیا کی سخت سزاؤں سے زائد ہے۔

نمبر۳۔ مسجد میں عبادت اور ذکر الٰہی یا دین کی تبلیغ کی باتیں کرنا کہ یہ بھی عبادت ہیں جائز ہے۔ اور جو کام دین کا نہیں وہ مکروہ ہے۔ وہ باتیں بھی مکروہ ہیں جو دین کی تبلیغ نہیں اور جو کام اجرت کے ہیں وہ تو جائز ہی نہیں۔ مذکورہ سوال میں باتیں اگر دین لے فائدے رکھتی ہوں تو جائز ہوں گی ورنہ مکروہ۔

نمبر۴۔ ایک مٹھی داڑھی رکھنا اور مرد کو ٹخنوں سے اوپر شلوار یا پاجامہ تہمند وغیرہ رکھنا واجب ہے۔ نماز وغیرہ کو کہنا غریبوں کی مدد یا تسلی کرنا۔ مسجد میں ذکر تلاوت نفلیں پڑھنا کار ثواب ہیں۔ فرض و واجب کاموں سے منع کرنے میں تو ماں باپ کی فرمانبرداری جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی بات ماننا نہیں ہے۔ اور دوسرے کار ثواب جو فرض و واجب نہیں ہیں تو اگر ماں باپ دونوں یا کوئی، ایک خدمت کا محتاج ہے اور ان کے کاموں اور خدمت کے لئے دوسرا کوئی، عزیز یا ملازم بھی نہیں ہے اور غیر فرض واجب میں لگنے سے ان کو اذیت ہوتی ہے تو ان کے روکنے کا اور آدمی کو خود رکنے کا حق ہے۔ ان کی خدمت ایسے وقت کی ان کارہائے ثواب سے مقدم ہے۔ لیکن اگر وہ خدمت کے محتاج نہیں یا دوسرے عزیز خدمت کرتے ہیں اور آپ کے دینی کاموں میں لگنے سے ان کا کوئی حرج نہیں ہوتا تو آپ کو یہ کام اور سب دینی کام جو مستحب یا نفل ہیں خوب خوب کرنے چاہئیں آپ کو بھی ثواب ملے گا اور چونکہ وہ آپ کے وجود کا ذریعہ اور دین کی طرف لگانے کا سبب ہیں اس سے ان کو بھی ثواب ملے گا۔ یہ بھی ان کی اخروی خدمت ہے۔ اور عجب نہیں کہ اس سے حق شناسی پیدا ہوکر ان کی دنیوی خدمت میں بھی اس سے اور زیادتی ہو جائے۔ اور یہ دین و دنیا میں ان کی خدمت بن جائے۔ ویسے بھی گھر کے بعض افراد کا دین کے کاموں میں لگنا سب کے لئے دنیا میں بھی خیر و برکت کا سبب ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ دو بھائی تھے۔ ایک کاروبار کرتا تھا اور دوسرا حضور کی خدمت میں حاضرباش تھا۔ کاروباری نے حضور سے عرض کیا کہ یہ کام نہیں کرتا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ لعلک بہ ترزق (شاید تم اسی کی وجہ سے رزق دیئے جاتے ہو۔) قرآن شریف میں بھی سورہ کہف میں دو یتیم لڑکوں کا خزانہ دیوار کے نیچے تھا وہ دیوار گرنے والی تھی۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے حضرت خضرؑ نے اس کو سیدھا کر دیا۔ اور خزانہ محفوظ کر دیا تھا۔ کہ بڑے ہو کر نکال لیں۔ اس کا سبب یہ فرمایا ہے کانَ ابوھما صالحاً (ان کا باپ یا دادا پردادا نیک تھا) اس کی نیکی کی وجہ سے اس کی اولاد کے مال کی حفاظت ہوئی ہے۔

وہ لوگ اچھا کام نہیں کرتے یا عقل و ہوش سے کام نہیں لیتے جو اپنی اولاد کو دین کے کاموں میں نہیں لگاتے۔ ورنہ دنیا و آخرت کی حقیقی ترقی کا یہی ایک واحد ذریعہ ہے۔ واللہ اعلم

جمیل احمد تھانوی
مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

| |
|---|
| خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیں |

# عرش و کرسی اور لوح و قلم سے کیا مُراد ہے

(از جناب محمد عبد الرحمٰن صاحب (لدھیانوی) بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخو پورہ)

## استوا علی العرش

عرش کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں۔ قرآن میں متعدد جگہ استوا علی العرش کا استعمال خدا تعالےٰ کے لئے ہُوا ہے۔ استوا کے لفظی معنی استقرار و تمکّن کے ہیں گویا یہ لفظ تخت و حکومت پر ایسی طرح قابض ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ اُس کا کوئی حصہ اور گوشہ حیطۂ نفوذ و اقتدار سے باہر نہ رہے اور نہ قبضہ و تسلّط میں کسی قسم کی مزاحمت اور گڑبڑی پائی جائے سب کام اور انتظام برابر ہو۔

اب دُنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبتداء اور ظاہری صورت ہوتی ہے۔ اور حقیقت یا غرض و غایت یعنی ملک پر پورا تسلّط و اقتدار اور نفوذ و تصرف کی قدرت حاصل ہونا۔ حق تعالیٰ کے استواءٔ علی العرش میں یہ حقیقت اور غرض و غایت بدرجہ کمال موجود ہے۔ یعنی آسمان و زمین کل علویات و سفلیات کو پیدا کرنے کے بعد اُن پر کامل قبضہ و اقتدار اور ہر قسم کے مالکانہ و شہنشاہانہ تصرفات کا حق بے روک ٹوک اسی کو حاصل ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ثم استواء علی العرش کے بعد یُدَبِّرُ الامر وغیرہ الفاظ سے متنبہ فرمایا۔ ~~

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہرچہ گفتہ اند شنیدہ ایم و خواندہ ایم
منزل تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اولِ وصفِ تو ماندہ ایم

عرش کے معنی تخت کے ہیں۔ یہ آسمانوں کے اُوپر قبّہ کی طرح ہے۔ اور اس کے پائے ہیں۔ اور اس کو خاص فرشتے اُٹھانے والے ہیں۔

عرش کی صفات میں الفاظ مجید، عظیم اور کریم بھی آئے ہیں۔

ذُو العرش المجید۔ مالک عرش کا بڑی شان والا۔ پ ۳۰ رکوع ۱

وَہُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْم۔ پ ۱۱ ع ۵۔
اور وہی مالک ہے عرشِ عظیم کا۔ تخت شاہنشاہی کا مالک وہی ہے سب نفع و ضرر، ہدایت و ضلالت اسی کے ہاتھ میں ہے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ ۝ پ ۱۸ ع ۶
کوئی حاکم نہیں سوائے اُس کے۔ وہ مالک ہے عزّت کے تخت کا وہ بالاتر و برتر، شہنشاہ مالک علی الاطلاق ہے۔

وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَہُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ ۝ پ ۲۹ ع ۵
اور اُٹھائینگے تیرے رب کے تخت کو اس روز آٹھ فرشتے۔

اب عرشِ عظیم کو چار فرشتے اُٹھائے ہوئے ہیں۔ جن کی بزرگی اور کلانی کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اُس دن اُن چار کے ساتھ چار اور لگیں گے۔

استوا علی العرش کے متعلق آریہ لوگ بہت کچھ اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے خُدا کا مجسم اور متمکن ہونا ثابت ہے۔ جو اُس کے تقدس کے خلاف ہے۔ مگر اس گروہ نے اور ان لوگوں نے کہ جن کی تقلید سے یہ اعتراض کیا ہے۔ مفسرین کے اقوال پر نظر نہیں کی۔ نہ علماء کی ان تحقیقات کو سُنا۔ جو اس مسئلہ کی بابت ہوئی ہے۔ قدما کہتے ہیں کہ اس لفظ پر ہمارا ایمان ہے۔ اور استوا سے وہی اِستواء مراد ہے جو اس کی شان کے لائق ہو۔ نہ وہ جو اُس کی شان کے خلاف ہے۔ عرش سے مراد کوئی لکڑی یا سونے چاندی کا تخت نہیں کہ خُدا اس پر بیٹھا ہو۔ وہ اس سے قطعاً پاک ہے۔ بلکہ کنایۃً اس سے مراد تختِ حکومت ہے۔ استواء سے مُراد اس کا اس پر متصرفانہ اور قادرانہ تسلّط ہے۔ اس نے مخلوق کو پیدا کیا۔ آسمان و زمین سب کچھ بنایا۔ پھر اُن پر حکومت و تصرف اور ان کی تدبیر و ترتیب کی۔ عرش سے مراد ایک ایسا آسمان لیا جائے جو سب کے اُوپر ہے اور سب کو محیط ہے۔ اور سب سے وراء الورائی ذات پاک ہے۔ اس بات کو شرع نے بطور کنایہ کے بادشاہوں کے تخت پر بیٹھنے اور حضوری میں ملائکہ کھڑے رہنے سے اور تخت کو آٹھ فرشتوں کے سر پر اٹھائے رکھنے سے تعبیر کیا ہے۔ اور ایسے باریک اسرار استعاروں، کنایوں اور تشبیہوں سے بیان کئے جاتے ہیں۔ پھر اس کو ظاہر پر محمول کر کے اعتراض کرنا معترض کے خود فہم کا قصور ہے۔

قرآن مجید میں جہاں جہاں لفظ عرش آیا ہے اس سے مراد خدا کی عظمت، جبروت اور بلندی کا اظہار ہے۔ اور اسی لئے قرآن میں کسی جگہ عرش کو مخلوق چیزوں میں داخل نہیں کیا۔ کیونکہ ان کے لئے جسمانیت لازم ہے مسلمانوں کے کسی فرقہ کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے کہ عرش کوئی مجسم چیز ہے اور خدا اس پر بیٹھا ہُوا ہے۔ بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ اس سے مراد اس کی قوّت، طاقت ہے اور جبروت کا اظہار ہے۔ اور قیامت کے دن آٹھ فرشتوں کے عرش کو اُٹھانے میں بھی ایک عظمت و جلالِ ایزدی کا بیان ہے۔

عرش وہ ہے جو تمام اجسام پر محیط ہے۔ اور اسی کو فلکُ الافلاک کہتے ہیں۔ اور یہی مُحدّدِ جہات ہے۔ فن رصد والوں نے بیان کیا ہے کہ عالم کے مرکز سے فلکِ اعظم کے وسط تک ۶۰۹، ۵۲۴، ۳۳ فرسنگ کا فاصلہ ہے۔ اور فلکِ اعظم کے محدّب کا بُعد اتنا بڑا ہے کہ انسانی علم اس کے احاطہ سے عاجز ہے۔

## کُرسی

وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
پارہ ۳ رکوع ۲ اسکی کرسی میں تمام آسمانوں اور زمین

خدا تعالےٰ کو تمام چیزوں کا کامل علم اور سب پر پُوری قدرت اور اعلےٰ درجہ کی عظمت حاصل ہے۔ اس کا علم و قدرت ایسا کامل ہے کہ ایک چیز بھی ایسی نہیں جو اس سے باہر ہو۔

کرسی کوئی مجسّم چیز نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ کُرْسِیُّہٗ عِلْمُہٗ کُرسی سے خُدا کا علم مراد ہے۔ خدا کے علم نے تمام آسمانوں اور زمین کو احاطہ کر رکھا ہے۔

کرسی کے لغوی معنی ایک چیز کا دوسری سے ملنا۔ اور کُرسی کو بھی اسی لئے کُرسی کہتے ہیں کہ اس کی لکڑیاں باہم ملی ہوتی ہیں۔ علمائے محققین کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کرسی اور تخت پر بیٹھنے سے پاک ہے۔ یہ الفاظ بطور استعارات اس کی ذاتِ مقدسہ کے لئے

قرآن میں مستعمل ہوئے ہیں۔ اس جگہ اس کے معنی سلطنت اور قدرت کے ہیں کہ جو ہر چیز کی ایجاد کے لئے اصل ہے۔ خدا کی قدرت آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ کوئی چیز اس سے باہر نہیں اور یہ قرینِ قیاس ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ بندوں سے ان کی عادات و عرف کے موافق کلام کرتا ہے سو جس طرح بندے بادشاہ کے لئے تخت اور کرسی تصوّر کرتے ہیں اسی طرح یہ الفاظ اس نے اپنی ذاتِ پاک کے لئے بولے۔ اس سے ظاہری معنی مراد نہیں۔

ابتدا میں خدا کے سوا کوئی چیز نہ تھی اس وقت عرش الٰہی پانی پر تھا اس کے بعد خداوندِ قدوس نے لوحِ محفوظ کو پیدا کرکے اس میں ہر چیز مقدر کی آسمان اور زمینوں کو پیدا کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالےٰ کل مخلوق کو پیدا کرچکا تو لوحِ محفوظ میں اُس نے یہ لکھ دیا تھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

## قلم کا بیان

اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ پارہ ۳۰ رکوع ۲

جس نے قلم کے ذریعہ سے سکھایا۔

بُعد زمانی کے باعث بعض چیزیں حواس اور عقل سے معلوم نہیں ہوسکتیں۔ مثلاً گزشتہ بادشاہوں اور قوموں کے حالات و واقعات۔ گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات وغیرہ۔ یہ قلم ہی کو اللہ تعالےٰ نے شرف عطا فرمایا ہے۔ کہ اگر آپ تمام واقعاتِ سابقہ معلوم کرنا چاہیں۔ اور اس کے دروازے پر آکر دستک دیں تو اپنی ننھی سی زبان سے سابقہ زمانہ کے بحرِ ظلمات سے اس قدر ڈھیروں کے ڈھیر موتی تمہارے سامنے لاکر ڈال دیگا۔ کہ عقل دنگ اور خیال پریشان ہو جائیگا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ نوکِ قلم پر آنے سے پہلے ایک چھوٹا سا سلسلہ ہے۔ اس کا بیان کرنا ضروری ہے کہ پہلے معانی انسان کے ذہن میں آتے ہیں پھر خیال میں آکر الفاظ کا لباس پہنتے ہیں۔ پھر قلم کی وساطت سے وہ الفاظ نقوش خطیہ کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ بعد ازاں وہ خطوط قرطاسی ہر ایک کے ہاتھ میں جاتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح کلام قدسی نے لوحِ محفوظ میں آکر الفاظ کا جامہ پہنا۔ پھر وہاں سے حضرت جبرائیل کی معرفت سیّد المرسلین و خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلبِ اطہر پر نقوش کی صورت میں منقش ہوئے۔ بعد ازاں حضور انورؐ کی زبان مبارک سے وہ نقوش ہر عربی و عجمی، ہر ہندی و پاکستانی و چینی تک پہنچے اور انہوں نے اپنی فطرتہائے سلیمہ کے مطابق فیض پایا۔ اور اس وحی الٰہی نے ایسی چیزوں کا مشاہدہ کرایا کہ اگر رحمت اور کرم الٰہی کا یہ دروازہ نہ کھلتا تو لاکھوں بلکہ کروڑوں انسان جہالت کے دریا میں غرق ہوجاتے۔ جس طرح مفیض و مستفیض کے درمیان قلم واسطہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جبرائیلؑ محض ایک واسطہ ہیں۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ○ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ○ پ ۲۹ ع ۳

قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں۔

دُنیا میں بہت دیوانے ہوئے ہیں۔ اور کتنے عظیم الشان صالحین گزرے ہیں۔ جن کو ابتداً قوم نے دیوانہ کہکر پکارا ہے مگر قلم نے تاریخی معلومات کا جو ذخیرہ بطون اوراق میں جمع کیا ہے وہ ببانگِ دُہل شہرت دیتا ہے۔ کہ واقعی دیوانوں اور ان دیوانہ کہلانے والوں کے حالات میں کس قدر زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قریب ہے کہ قلم اور اُس کے ذریعہ سے لکھی ہوئی تحریریں آپ کے ذکرِ خیر اور آپ کے بے مثال کارناموں اور علوم و معارف کو ہمیشہ کے لئے روشن رکھیں گی۔

## قلم کیا ہے

قلم سے مراد عالمِ بالا کا قلم ہے

حضرت عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے خدا نے قلم کو پیدا کیا۔ اور فرمایا کہ لکھ۔ قلم نے عرض کیا۔ کیا لکھوں۔ ارشاد ہُوا تقدیرات کو لکھ۔ لہٰذا اُس نے جو کچھ تا ابد ہونے والا تھا، سب کچھ لکھ دیا۔

## لوحِ محفوظ

لوحِ محفوظ عالم روحانیات میں ایک لوح ہے۔ جس میں اس کائنات کے متعلق تمام سنن اور نوامیسِ الٰہیہ خدائے قدوس نے محفوظ کر دیئے ہیں۔ اسکو امام مبین بھی کہتے ہیں۔ جس طرح تمام اعمال و آثار وقوع کے بعد ضابطہ کے موافق لکھے جاتے ہیں۔ قبل از وقوع بھی ایک ایک چیز لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور وہ لکھنا بھی محض انتظامی ضوابط و مصالح کی بنا پر ہے ورنہ اللہ کے علمِ قدیم میں ہر چھوٹی بڑی چیز پہلے سے موجود و حاضر ہے اسی کے موافق لوحِ محفوظ میں نقل کی جاتی ہے۔

اس کو لوحِ محفوظ کیوں کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں کسی قسم کا تغیّر و تبدّل نہیں ہوسکتا پھر وہاں سے نہایت حفاظت و اہتمام سے قرآن صاحب وحی کے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بھید کی پوری خبر کسی کو نہیں دی ہاں رسولوں کو جس قدر اُن کی شان و منصب کے لائق ہو۔ بذریعہ وحی خبر دیتا رہا ہے۔ اس وحی کے ساتھ فرشتوں کے پہرے اور چوکیاں رکھی جاتی ہیں کہ کسی طرف سے شیطان اس میں دخل کرنے نہ پائے اور رسول کا اپنا نفس بھی غلط نہ سمجھے۔

یہ زبردست انتظامات اس غرض سے کئے جاتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ دیکھ لے کہ فرشتوں نے پیغمبروں کو اور پیغمبروں نے دوسرے بندوں کو اس کے پیغامات ٹھیک ٹھیک بلا کم و کاست پہنچا دیئے ہیں۔ ہر چیز اس کی نگرانی اور قبضہ میں ہے۔ کسی کی طاقت نہیں کہ وحی الٰہی میں تغیّر و تبدّل یا قطع و برید کرسکے۔ اور یہ پہرے چوکیاں بھی شانِ حکومت کے اظہار اور سلسلہ اسباب کی محافظت کے لئے بہت سی حکمتوں پر مبنی ہے ورنہ جس کا علم اور قبضہ ہر چیز پر حاوی ہو اس کو ان چیزوں کی حاجت نہیں۔

وَکُلُّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ○ پ ۲۷ ع

اور ہر چھوٹا و بڑا لکھا جاچکا ہے۔

ہر چھوٹی بڑی چیز کی تفصیل لوحِ محفوظ میں لکھی جاچکی ہے۔ تمام دفاتر باقاعدہ مرتب ہیں۔ کوئی چھوٹی موٹی چیز اِدھر اُدھر نہیں ہوسکتی۔

جو لوحِ محفوظ میں ہے وہ فیضانِ علم قدیم ہے۔

وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ○ پارہ ۲۶ رکوع ۱۵

اور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔

یہ نہیں کہ آج سے معلوم ہے۔ بلکہ ہمارا علم قدیم ہے۔ حتّٰی کہ اُن میں

باقی صفحہ ۱۸ پر

# اسلام لانے والوں پر قریش کے جور و ستم

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن)

(گذشتہ سے پیوستہ)

ابو براء عامر نے بھی ایسا ہی فریب کیا۔ وہ حضورؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ مُلکِ نجد کی تعلیم و ہدایت کے لئے کچھ مُبلّغ میرے ساتھ بھیج دیجئے اس کا بھتیجا نجد کا رئیس تھا۔ عامر نے یقین دلایا تھا کہ تبلیغ کرنے والوں کی حفاظت کی جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن عمرو انصاری کو مع ستّر صحابہؓ کے (زاد المعاد بحوالہ صحیح بخاری صفحہ ۳۶۰ ابن ہشام میں ۴۰ تعداد ہے۔) اُس کے ساتھ کر دیا۔ جب یہ بنی عامر کے علاقہ میں پہنچے۔ تو وہاں سے حرام بن ملحان کو نامۂ نبویؐ دے کر طفیل حاکم کے پاس بھیجا گیا۔ اس نے اس سفیر کو قتل کرا دیا۔ جبار بن سلمی ایک شخص تھا۔ جس نے حاکم کے اشارہ سے ان کی پشت میں نیزہ مارا تھا۔ جو چھاتی سے صاف نکل گیا۔ اُنہوں نے گرتے ہوئے کہا۔ فُزتُ و ربّ الکعبہ۔ قسم ہے کعبہ کے خدا کی۔ مَیں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ قاتل پر اس فقرہ نے ایسا اثر کیا۔ کہ وہ حضورؐ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہو گیا۔ حاکم نے باقی سب کو بھی قتل کرا دیا۔ کعبؓ بن زید جو لاشوں کی اوٹ میں چھپ کر بچ رہے تھے۔ اس واقعہ کی خبر حضورؐ کو پہنچائی۔

اسی سال ۸ھ میں مسلمانوں کو اضطراراً ماہ رمضان میں مکّہ پر فوج کشی کرنی پڑی۔ وجہ یہ ہوئی کہ ۶ھ میں جو معاہدہ قریش نے حضورؐ سے بمقام حدیبیہ کیا تھا۔ اُس کی ایک دفعہ میں یہ تھا:۔ کہ دس سال تک جنگ نہ ہوگی اس شرط میں جو قومیں حضورؐ کی جانب ملنا چاہیں وہ اِدھر مل جائیں۔ اور جو قومیں قریش کی طرف ملنا چاہیں وہ اُدھر مل جائیں۔ اس کے موافق بنی خزاعہ حضورؐ کی طرف اور بنو بکر قریش کی طرف مل گئے تھے معاہدے کو ابھی دو سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ اور قریش نے بنو بکر کو اسلحہ سے امداد دی۔ عکرمہ بن ابو جہل۔ سہیل بن عمرو (معاہدہ پر اسی نے دستخط کئے تھے) صفوان بن اُمیّہ (مشہور سرداران قریش) خود بھی نقاب پوش ہو کر مع اپنے حوالی موالی بنو خزاعہ پر حملہ آور ہوئے (تاریخ طبری) ان بیچاروں نے امان بھی مانگی۔ بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ بھی لی۔ مگر ان کو ہر جگہ بے دریغ تہ تیغ کیا گیا۔ یہ مظلوم جب الٰہک الٰہک (اپنے خدا کے واسطے۔ اپنے خدا کے واسطے) کہہ کر رحم کی درخواست کرتے تھے۔ تو یہ ظالم ان کے جواب میں کہتے تھے۔ لا الٰہ الیوم (آج خدا کوئی چیز نہیں) (سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۶۹)

مظلوموں کے بچے کھچے ۴۰ آدمی جنہوں نے بھاگ کر اپنی جان بچائی تھی۔ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے اور اپنی مظلومی اور بربادی کی داستان سُنائی۔ عمرو بن سالم نے پر درد نظم میں تمام واقعات گوش گزار کئے۔ اس عربی نظم کے جستہ جستہ اشعار کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی۔ اُنہوں نے اس مضبوط معاہدے کو جو آپؐ سے کیا تھا توڑ ڈالا۔ ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر دیا گیا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری امداد کو کوئی نہیں آنے کا۔ وہ تو ذلیل ہیں اور قلیل ہیں۔ اُنہوں نے وتیر (چشمہ کا نام ہے۔ جس پر بنو خزاعہ آباد تھے) میں ہم کو سوتے ہوئے جا لیا۔ ہم کو رکوع و سجود کی حالت میں پارہ پارہ کر دیا۔

معاہدے کی پابندی۔ فریقِ مظلوم کی داد رسی اور دوستدار قبائل کی آئندہ حفاظت کی غرض سے حضور مکّہ کی جانب سوار ہو گئے۔ دس ہزار جمعیت (صحیح بخاری عن ابن عباس) ہمرکاب تھی۔ دو منزل چلے تھے کہ راہ میں ابو سفیان اور عبد اللہ بن ابو اُمیّہ حضورؐ سے ملاقی ہوئے۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذائیں دی تھیں۔ اور اسلام کے مٹانے میں بڑی بڑی کوششیں کی تھیں۔ حضورؐ نے انہیں دیکھا اور اپنا رُخ پھیر لیا۔ ام المومنین اُمّ سلمہؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہؐ ابو سفیان آپ کے حقیقی چچا کا بیٹا ہے اور عبد اللہ حقیقی پھوپھی (عاتکہ) کا لڑکا ہے۔ اتنے قریبی تو مرحمت سے محروم نہ رہنے چاہئیں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے ان دونوں کو یہ ترکیب بتائی۔ کہ جن الفاظ میں برادرانِ یوسفؑ نے معافی کی درخواست کی تھی تم بھی حضورؐ کی خدمت میں جا کر انہی الفاظ کا استعمال کرو۔ حضورؐ کے عفو و رحم سے امید ہے کہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آکر یہ آیت پڑھی تَاللّٰهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

اس وقت ابو سفیان نے عجب جوش و خروش سے یہ اشعار پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے:۔ قسم ہے کہ جن دنوں مَیں نشانِ جنگ اس لئے اُٹھایا کرتا تھا۔ کہ لات (بُت کا نام) کا لشکر محمدؐ کے لشکر پر غالب آ جائے۔ ان دنوں میں اُس خار دار پشت جیسا تھا۔ جو اندھیری رات میں ٹکریں کھاتا ہو۔ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ مَیں ہدایت پاؤں۔ اور سیدھے رستے ہو جاؤں۔ مجھے ہادی نے (نہ کہ میرے نفس نے) ہدایت دی ہے۔ اور خُدا کا راستہ مجھے اُس شخص نے بتایا ہے۔ جسے مَیں نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا۔

حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں تم تو مجھے چھوڑتے ہی رہے تھے۔ (زاد المعاد جلد اول صفحہ ۴۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ اہلِ مکّہ کو اس آمد کی خبر نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ (صحیح بخاری عن ابن معقل)

جب حضورؐ مکّہ تک پہنچ کر باہر خیمہ زن ہو گئے اور اہلِ مکّہ کو باخبر کرنے کے لئے لشکر میں الاؤ روشن کرنے کا حکم دیا۔ تب ان کو خبر ہُوئی۔ دوسری صبح حضورؐ نے حکم دیا کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو۔ اور ان احکام کی پابندی کرے۔ (۱) جو

کوئی شخص ہتھیار پھینک دے - اُسے قتل نہ کیا جائے -(۲) جو کوئی خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اُسے قتل نہ کیا جائے (۳) جو کوئی اپنے گھر کے اندر بیٹھ جائے اُسے قتل نہ کیا جائے -(۴) جو کوئی ابو سفیان کے گھر جا رہے - اُسے قتل نہ کیا جائے (۵) جو کوئی حکیم بن حزام کے گھر جا رہے اُسے قتل نہ کیا جائے (۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جا (۷) بیمار اور زخمی کو قتل نہ کیا جائے (۸) اسیر کو قتل نہ کیا جائے - (۹) بچوں - بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے -

شہر میں داخل ہونے والے دستوں میں سے صرف اُس دستہ کا جو خالدؓ بن ولید کے ماتحت تھا - کچھ مقابلہ ہُوا - جس میں اہل مکّہ کو بھاگنا پڑا - باقی سب دستے بلا مزاحمت شہر میں داخل ہوگئے - مقابلہ میں دو مسلمان ۲۸ مقابل کام آئے -

خُدا کا برگزیدہ رسولؐ جس وقت (۲۰ - رمضانؔ) شہر میں داخل ہُوا - اُس وقت سر جھکائے (اہل حکومت ایسی فتوحات کے موقع پر بڑے طمطراق سے مفتوح شہر میں داخل ہُوا کرتے ہیں) قرآن مجید (سورہ الفتح) کی تلاوت فرما رہا تھا - اور اُونٹ کی سواری پر بیت اللہ کو جا رہا تھا (بخاری عن عبد اللہ بن مغفل) اور اُونٹ پر اپنے آزاد کردہ غلام زید کے فرزند اسامہؓ کو سوار کر رکھا تھا - وہاں پہنچ کر پہلے خُدا کے گھر کو بُتوں سے پاک کیا - اُس وقت بیت اللہ کے گردا گرد ۳۶۰ بُت رکھے ہُوئے تھے - حضورؐ کمان کے گوشے (یا چھڑی کی نوک سے) ہر ایک بُت کو گراتے جاتے تھے - اور زبانِ مبارک سے یہ پڑھ رہے تھے

(۱) جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل رکوع ۹)

(۲) جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ (سبا رکوع ۶)

(بخاری عن عبد اللہ بن مسعود) پہلی اور دوسری آیات میں بُت پرستی کو باطل بتا کر یہ بھی اظہار فرمایا ہے - کہ اب اس گھر میں بُت نہ رکھے جائیں گے - چودھویں صدی گزر رہی ہے اور اس پیشینگوئی کی صداقت آشکارا ہو رہی ہے - جو نبی باعلام ربانی ایسی زبردست اور واضح پیشگوئیوں کا اظہار فرمایا تھا اس کے برگزیدہ اور صادق ہونے میں کیونکہ کوئی شبہ کر سکتا ہے -

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلید لے کر بیت اللہ کا دروازہ کھولا - اندر جا کر ہر ایک گوشے میں اللہُ اکبر کے ترانے گائے اور پھر نماز شکرانہ پڑھتے ہوئے نہایت عجز و نیاز سے رب العزّت کے سامنے پیشانی کو خاک پر رکھ کر سجدہ کیا -

اسی عرصہ میں مکّہ میں وہ سب سردار اور سب بڑے بڑے لوگ جمع ہوگئے تھے - جنہوں نے بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا اور کرایا تھا - سینکڑوں مسلمانوں کو اذیت دے دیکر گھر بار سے نکالا تھا - دین اسلام کو تباہ کرنے اور مسلمانوں کو برباد کرنے کے لئے حبش - شام - نجد اور یمن تک کے سفر کئے تھے - جنہوں نے بارہا مدینے پر حملے کر کے مسلمانوں کو (۳۰۰ میل پرے چلے جانے کے بعد بھی) چین سے نہیں رہنے دیا تھا - یعنی وہ سب لوگ جو مسلمانوں کے فنا کرنے میں زر سے - مال سے - زور سے تدبیر سے - ہتھیار سے اپنا سارا زور لگا چکے تھے - حضورؐ ان کی جانب متوجہ ہُوئے - اور زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا - اے جماعتِ قریش! خُدا نے تمہاری جاہلانہ نخوت اور آباؤ اجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا - (سچ تو یہ ہے) سب لوگ آدمؑ کے فرزند ہیں - اور آدمؑ مٹی سے بنایا گیا تھا - خُدا فرماتا ہے - لوگو! ہم نے تم کو ایک مردؔ و عورت سے پیدا کیا ہے - اور گوت قبیلے سب پہچان کے لئے بنا دیئے ہیں - اور خدا کے ہاں تو اس کی زیادہ عزّت ہے - جس میں پرہیزگاری اور تقوے زیادہ ہے - پھر فرمایا - جاؤ جاؤ تم آزاد ہو - اور تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں - (طبری)

**بقیہ** بچّوں کا صفحہ ۱۹ سے آگے

اپنی تمام زندگی میں بیوقوف اور کم عقل لوگوں سے ہم نشینی نہیں کی -"

(از بستان المحدثین)

**پیارے بچو!** تم بھی علم دین حاصل کرنے کے حریص بنو - اور بڑے ہو

[illegible] خود اس پر عمل کر کے سعادت دارین حاصل کرو -

**بقیہ** عرش کرسی صفحہ ۱۶ سے آگے

قبل وقوع ہی سب اشیاء کے سب حالات ایک کتاب میں جو لوح محفوظ کہلاتی ہے لکھ دیئے تھے - اور اب تک ہمارے پاس وہ کتاب محفوظ چلی آتی ہے - پس اگر علم قدیم کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو یونہی سمجھ لے وہ دفتر جس میں سب کچھ لکھا ہے حق تعالےٰ کے سامنے حاضر ہے جو چیز کسی کے علم میں ہو اور قلمبند بھی کر لیجائے وہ لوگوں کے نزدیک بہت زیادہ موکّد سمجھی جاتی ہے - اسی طرح یہاں مخاطبین کے محسوسات کے اعتبار سے متنبہ کر دیا ہے کہ ہر چیز خدا کے علم میں ہے اور اس کے ہاں لکھی ہوئی ہے - جس میں ذرا کمی بیشی نہیں ہوسکتی -

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ پ ۱۳ ع ۱۲

مٹاتا ہے اللہ جو چاہے اور باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب

اپنی حکمتِ الٰہی کے موافق جس حکم کو چاہے منسوخ کر دے جسے چاہے باقی رکھے جس قوم کو چاہے مٹائے جسے چاہے اس کی جگہ جما دے - غرض ہر قسم کا تغیّر و تبدّل محو و اثباتِ نسخ و احکام اسی کے ہاتھ میں ہے - قضا و قدر کے تمام دفاتر اُسی کے قبضہ میں ہیں -

اللہ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے اُسے کچھ محنت سے حاصل کرنا نہیں پڑا - پھر اپنے علم محیط کے موافق تمام واقعات و حوادث کو قبل از وقوع لوح محفوظ میں درج کر دینا اس کے لئے کیا مشکل ہے - ملک میں جو آفت عام آئے - مثلاً قحط، زلزلہ وغیرہ اور خود تم کو جو مصیبت لاحق ہو مثلاً مرض وغیرہ، وہ سب اللہ کے علم میں قدیم سے طے شدہ ہے - اور لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے - اسی کے موافق دُنیا میں ظہور ہو کر رہے گا - ایک ذرّہ بھر کم و بیش یا پس و پیش نہیں ہوسکتا - جیسا کہ اللہ تعالےٰ پارہ ۲۷ رکوع ۱۹ میں فرماتا ہے -

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۝ پارہ ۳۰ رکوع ۲

اور ہر چیز ہم نے لکھ کر گن رکھی ہے -

یعنی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے اور اسی علم محیط کے موافق دفاتر میں باقاعدہ مندرج ہے - کوئی نیک و بد عمل اس کے احاطہ سے باہر نہیں -

# بچوں کا صفحہ

# تین بھائیوں کی نیکیاں

(از جناب ماسٹر قاضی عبدالحفیظ مبارک پوری کالونی مڈل سکول رحیم یار خاں)

کمینہ کام کرنے سے جو ڈر جائے بہادر ہے
بنی آدم کی خاطر جان دے وہ بے بہا دُر ہے

عزیز بچو! ان نامساعد حالات میں جبکہ عوام و خواص سبھی لوگ ضلالت و گمراہی کے عمیق گڑھے میں غرق ہو رہے ہوں - وہ لوگ تعداد میں قلیل ہی ہونگے جنھوں نے ہر روز کوئی نہ کوئی نیکی کرنا اپنا شیوہ بنا رکھا ہے - ورنہ اکثریت اُن لوگوں کی ہے جو ہر روز طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں - آپ خود ہی دل میں اندازہ لگا لیں کہ ہر روز کتنے گناہ کرتے ہیں - اس کہانی کو اس لئے لکھ رہا ہوں تاکہ آپ اسے پڑھ کر نیکیوں اور بھلائیوں کے کام کرنے کے عادی بن جائیں -

**کہانی** - ایک بُوڑھے باپ نے اپنے تینوں بیٹوں کو اپنے رو برو بُلایا اور مساوی طور پر اپنی تمام نقد جائداد کو تقسیم کر دیا - اور ایک بیش قیمت جوہر اُن کو دکھلا کر کہا - کہ اس کا مستحق وہ بیٹا ہوگا جو میری زندگی کے بقیہ ایّام میں سب سے اچھا کوئی نیکی کا کام کرے گا - کچھ عرصہ گزرا - ایک لڑکے نے آکر کہا - ابّا جان! وہ جوہر مجھے دے دیجئے - بُوڑھے نے دریافت کیا کہ کس نیکی کے عوض تم یہ جوہر طلب کر رہے ہو - لڑکے نے کہا ایک شخص نے پانچ ہزار روپے نقد میرے پاس بطور امانت رکھے - جس کے متعلق نہ کوئی تحریر تھی اور نہ کوئی گواہ شاہد تھا - واپس آنے پر اُس نے امانت طلب کی - مَیں نے بغیر کسی لیت و لعل کے وہ پانچ ہزار روپے اُس کو دیدیئے - حالانکہ اگر مَیں انکار کر دیتا تو وہ میرا کچھ بھی نہ بگاڑ سکتا تھا - اس سے بڑھ کر اور نیکی کا کام کیا ہوسکتا ہے - بوڑھے باپ نے ہنس کر کہا کہ نیکی کا یہ معمولی کام ہے - جس کو کچھ اہمیت نہیں دی جا سکتی - زیادہ سے زیادہ یہ کہ تم ایک گناہ سے بچ گئے - اگر دوسرے دونوں لڑکوں نے اس سے زیادہ اچھا کام نہ کیا تو مرتے وقت یہ جوہر تمہیں دیدونگا

**چند** روز گزرے دوسرا لڑکا بُوڑھے باپ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور وہ جوہر طلب کرنے لگا - بوڑھے نے پُوچھا - کس نیکی کے عوض - لڑکے نے جواب دیا کہ دریا طغیانی پر تھا - اتفاقاً ایک لڑکا پُل پر سے دریا میں گر گیا - اُس کے ماں باپ اور دیگر سینکڑوں اشخاص میں سے کسی کو اس کے نکالنے کی جسارت نہ ہوئی - مَیں نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال بڑی مشکل کے ساتھ اُس لڑکے کو زندہ صحیح سلامت نکالا - اس سے بڑھ کر نیکی اور قربانی کی اور کیا مثال ہوسکتی ہے - بوڑھے نے ہنس کر کہا کہ ہمدردی اور انسانیت کا یہ ایک معمولی فعل ہے - اگر تیسرے بیٹے نے اس سے بہتر کوئی کارنامہ نیکی کا نہ دکھلایا تو یہ جوہر تم کو دے دیا جائے گا -

**چند** روز کے بعد تیسرا لڑکا باپ کی خدمت میں حاضر ہُوا - اُس نے بخلاف پہلے دونوں بھائیوں کے جوہر تو طلب نہ کیا - البتہ اپنی کارگزاری یُوں بیان کی - کہ میرا ایک جانی دشمن تھا - وہ نشۂ شراب سے مخمور تھا - اور پہاڑ کے ایک غار کے مُنّہ پر اس طریقہ سے بیہوش پڑا تھا کہ اِدھر اُدھر ذرا سی حرکت کرنے پر وہ اس قدر بلندی سے گر کر ضرور مر جاتا - باوجود اپنا دشمن جانی جاننے کے بھی مَیں نے اُس کو اُٹھایا - اور اپنے مُنّہ کو کپڑے سے ڈھانپ لیا - تاکہ اگر وہ بیدار ہو جائے تو میری صورت پہچان کر شرمندہ نہ ہو اور رات کی تاریکی میں اپنی پُشت پر اُٹھا کر اُسے اس کے گھر پر چھوڑ آیا - بوڑھے نے بلا تامّل وہ جوہر اُس کے حوالے کر دیا - اور کہا کہ درحقیقت تیری نیکی قابلِ صد ہزار ستائش ہے - اور یہ حقیقی نیکی ہے - اس جوہر کا تجھ سے زیادہ کوئی مستحق نہیں ہوسکتا -

**عزیز بچو!** (۱) آپ کو چاہیئے کہ ہر روز نیکیوں میں اپنا وقت صرف کریں -

(۲) ہر روز اپنی نیکیوں اور بُرائیوں کا میزان کیا کریں -

دن کے دوران جو گناہ آپ سے سرزد ہوتے ہوں اُن کے متعلق خالق اکبر کی بارگاہ میں حاضر ہو کر نہایت انکساری اور فروتنی کے ساتھ اُن گناہوں کی معافی مانگا کریں - اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ گناہ بھی آپ کے ثواب بن جائیں گے

(۳) بدلہ لینا حق ہے لیکن معاف کر دینا زیادہ افضل اور بہتر ہے -

(۴) دشمن سے بھی خندہ پیشانی سے کام آئیں اور اُن کے ساتھ بھلائیاں کریں -

المختصر یہ کہ

کام وہ کر کہ دشمن بھی رضامند رہے
مُنہ پر اچھا نہ کہیگا تو کہے گا دل میں سہی

---

# علم کا شوق

(از جناب محمد شفیع عمر دین سیالکوٹ)

۱ - حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے مؤطا شریف کی حدیثیں جمع فرما کر ہماری رہنمائی کے لئے بہت بڑا سرمایہ چھوڑا ہے -

۲ - آپ کو علم حاصل کرنے کا بہت بڑا شوق تھا - آپ کی زندگی کے ابتدائی دور میں جب مالی حالت کمزور تھی - تو اپنے مکان کی دیوار کی چھت کی لکڑیاں اُکھیڑتے، انہیں فروخت فرماتے اور اس طرح جو رقم حاصل ہوتی وہ کتابوں کی خریداری میں صرف فرماتے

آپ نے فرمایا ہے کہ "مَیں نے اپنے ہاتھ سے ایک ہزار حدیثیں لکھی ہیں -

نیز آپ نے فرمایا کہ "مَیں نے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان
شرح چندہ
سالانہ بارہ روپے
ششماہی سات روپے
سہ ماہی ساڑھے تین روپے
شرح اشتہارات
آخری صفحہ ۴ روپے فی انچ سنگل کالم
اندرون ۳ روپے فی انچ سنگل کالم



پنجاب پریس میں باہتمام مولوی عبیداللہ پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔